

جس وقت محمد رسول اللہ ﷺ کا ظہور ہوا۔ دنیا گمراہی و تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں اخلاق و کردار کے بعض اچھے پہلو رہ بھی گئے تھے تو تاریکی کی زد میں آ کر ان کی رعنائی بھی مجروح ہو گئی تھی۔

خراہیوں کی اصل جڑ یہ تھی کہ انسان اپنے مقصد و وجود سے اور حیثیت و مقام سے بیگانہ ہو گیا تھا۔ انسان کا مقصد و وجود سادے لفظوں میں یہ ہے کہ وہ اللہ کا بندہ اور فرمانبردار بن کر زندگی گزارے، اور اپنے آپ کو اس کی مرضی کے حوالے کر دے۔ انسان کا مقام یہ ہے کہ وہ اس کائنات کا خادم نہیں مخدوم ہے۔ یہ دنیا اپنے تکوینی نظام میں عملاً ایسے قانون کی پابند ہے، جس سے انسانوں کی گونا گوں ضروریات پوری ہو رہی ہیں۔ اسے فائدہ پہنچ رہا ہے اور اس کی خدمات انجام پا رہی ہیں۔ انسان جب اپنے اس مقصد اور مقام سے ہٹ جائے تو اس کا تاریکیاں اس طرح الجھ جاتا ہے کہ صدیوں سلجھانے کے باوجود سلجھ نہیں پاتا۔ بلکہ مزید پیچیدہ ہی ہوتا جاتا ہے۔ تاوقت کہ وہ اپنے مقام پر پلٹ نہ آئے۔

## قیام اللیل یا شبینہ

رمضان کا مہینا آتا ہے تو اپنے دامن میں خیر و برکت اور سعادت و خوش نصیبی کے ذخیرے لاتا ہے لوگوں کے برے جذبات و عزائم سرد پڑ جاتے ہیں۔ اس ماہ مبارک میں عبادتوں کا درجہ و مقام اور اجر و ثواب بھی باقی مہینوں کی بہ نسبت بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ اس لیے یہ مہینا خیر و برکت سے مالا مال ہونے کے لیے ایک بہت ہی غنیمت موقع کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی برکتوں سے محرومی بڑی عبرت ناک ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس مہینے کی آخری دس دنوں کو مزید خصوصی اہمیت دی ہے۔ آپ ﷺ آخری عشرہ آتے ہی کمر کس کر تیار ہو جاتے، پوری پوری رات عبادت میں گزارتے اور اہل و عیال کو بھی بیدار رکھنے کا اہتمام فرماتے، اسی آخری عشرے کا واقعہ ہے کہ آپ نے ایک سال تین روز رات کی نماز جماعت سے پڑھائی اور پھر اس اندیشے سے جماعت بند کر دی کہ کہیں یہ نماز فرض نہ کر دی جائے، اور یہ مسلمانوں پر ایک ناقابل برداشت بوجھ بن جائے۔ اسی آخری عشرے کی ایک طاق رات لیلة القدر ہوا کرتی ہے جس کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے افضل ہے اور جس کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((ومن قام لیلة القدر ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه . )) (متفق علیہ)

”جو لیلة القدر میں ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے قیام کرے (نماز تراویح پڑھے) اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔“ اس ترغیب کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے رمضان میں عموماً اور لیلة القدر میں خصوصاً ہمیشہ تراویح اور عبادت کا خاص اہتمام کیا لیکن امت کا یہ بڑا دردناک المیہ ہے کہ جس طرح اور اسلامی کاموں کی روح نکل گئی رسم باقی رہی، مغز جاتا رہا اور چھلکا باقی رہا (جس کی تزئین و آرائش کا اتنا اہتمام کیا گیا کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں خیرہ ہو جائیں) اسی طرح رمضان کے آخری عشرے اور لیلة القدر کی عبادتوں کی روح بھی نکل گئی۔ اور جو کچھ باقی رہا وہ محض بے جان چھلکا ہے۔

ان باتوں کو ملحوظ رکھ کر ذرا اس دھوم دھام پر نظر ڈالیے جو ہر سال ماہ رمضان میں عبادت کے نام پر بہت سے شہروں میں کی جاتی ہے۔ آخری دس دنوں کی کسی ایک رات کو..... عموماً ستائیسویں رات کو..... پورا قرآن ختم کرنے کے لیے شبینہ کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اب بعض لوگ ایک رات کے بجائے دو رات میں ختم قرآن کا پروگرام رکھ کر اسے شبینہ کے ہم قافیہ ایک دوسرے نام ”دودینہ“ سے موسوم کرتے ہیں۔ ان شبیوں اور دودینوں میں جو بیچ در بیچ خرافات ہوتی ہیں وہ ہر سنجیدہ مسلمان کے لیے لائق عبرت ہیں۔

ان شبیوں کے لیے حفاظ کی ٹولیاں فراہم کی جاتی ہیں جو باری باری اپنے مقررہ حصہ قرآن کے ساتھ نماز پڑھاتے ہیں اور عموماً اس قدر تیزی سے قرآن پڑھتے ہیں کہ آیات کا درمیانی حصہ تو درکنار آخری الفاظ یعنی یعلمون تعلمون وغیرہ کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ یہ بات ملحوظ رکھنے کی ہے کہ ایک رات میں پورا قرآن پڑھنا ہی ناپسندیدہ ہے پھر اس کے لیے جو رفتار اختیار کی جاتی ہے وہ انتہائی ناپسندیدہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی نے آکر کہا کہ میں ایک رکعت میں پورا مفصل پڑھ ڈالتا ہوں، انھوں نے کہا: اھذا کھذا الشعر ونشرا کنشر الدقل . (سنن ابی داود: ۱۹۸) کیا شعر جیسی تیز رفتاری سے کھینچتے ہو اور اس طرح بھر بھراتے ہو جیسے روڈی کھجور (درخت ہلانے پر) بھر بھرا کر گر گئی ہے۔ (مولانا صفی الرحمن مبارکپوری)

## الاعنصل

یکے از مطبوعات دارالدعوة السلفية

16 رمضان المبارک 1434ھ جمعہ المبارک 26 جولائی تا یکم اگست 2013ء

شماره 30 جلد 65

## مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا ارشاد الحق اثری
- ملک عصمت اللہ قلعوی
- حافظ حماد شاہر
- حماد الحق نعیم

## مدیر مسئول

- حافظ احمد شاہر

## مینجر

- محمد سلیم چنیوٹی

## کمپوزنگ

- رضا اللہ ساجد

0333-4786507

0344-4656461

## جواہر پارے

روزہ کیا ہے؟

## کلمہ طیبہ

قیام اللیل یا شبینہ

## اداریہ

عبادت، تقویٰ، ہدایت اور فلاح

## درس قرآن

تفسیر سورة الصَّفَّاتِ..... (۱۴)

## درس حدیث

اربعة اعتقادی..... (۴)

## افتاء

کیا غیر مدخول بہ عورت طلاق کا محل ہے؟

## افادات

تزکیہ نفس اور رمضان

## ارکان اسلام

صیام و رمضان من الإسلام

## سیرت صحابہ

سیدنا عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ

## نقطہ نظر

شریعت پر عمل کرنے میں اختلاف طبع.. (۲) آخری

## تذکرہ علمائے اہل حدیث

مولانا شرف الحق محمود ملتانی رضی اللہ عنہ

## شعروادب

حمد باری تعالیٰ

(مولانا مفتی الرحمن مبارک پوری)

3 (حافظ عبدالوہید)

5 (مولانا ارشاد الحق اثری)

7 (ریاض عاقب اثری)

8 (مفتی سعید اللہ عقیف)

9 (مولانا داؤد غزنوی رضی اللہ عنہ)

11 (مولانا محمد حسین بنالوی رضی اللہ عنہ)

17 (محمد شاد جاوید)

22 (مہرب الرحیم)

26 (ریاض احمد عاقب)

(راج عرفانی)

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور  
 کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج پرائیج لاہور  
 فون نمبر : 042-3735 4406  
 فیکس نمبر : 042-37229802  
 رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

فی پرچہ : 12/- روپے  
 سالانہ : 500/- روپے  
 بیرونی ممالک سے : 200/- ریال  
 60/- ڈالر امریکی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یار ڈپرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاہر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

## عبادت، تقویٰ، ہدایت اور فلاح

لیجیے حضرات! اس مرتبہ یہ ایمان افروز ادارہ یہ ملاحظہ فرمائیں جس میں جذبہ عمل جھلکتا اور نور ایمان دمکتا محسوس ہو رہا ہے۔ (ادارہ)

□..... رمضان المبارک اپنی تمام رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ ہم پر سایہ فگن ہو چکا ہے، اس کی آمد اہل ایمان کے لیے جہاں بہت سی سعادتوں اور خوشیوں کی علامت ہے وہاں اس میں یہ دعوت فکر بھی موجود ہے کہ اس ماہ مقدس کی برکات سمیٹنے کے لیے ہماری تیاری اور جدوجہد کیا ہے؟ یتامی و مساکین، یتیم خان، مظلومین اور طاغوت کے زخموں میں آئے ہوئے مجبور و بے بس لوگوں کی مدد کے لیے ہم نے کس حد تک سوچا؟ تلاوت قرآن سے محظوظ ہوتے ہوئے اس کا فہم و بصیرت حاصل کرنے، اُس پر عمل پیرا ہونے، اس کی طرف دعوت دینے اور اس کے نفاذ و اقامت کے لیے بھی ہم نے کوئی پروگرام بنایا؟ سعادت مند لوگ قیام اللیل کا اہتمام بھی ضرور کر رہے ہوں گے، صدقات و خیرات اور زکوٰۃ کی ادائیگی بھی ضرور ہوگی، مگر کیا اس کے ساتھ ساتھ صحیح معنوں میں تقویٰ کے حصول کے لیے کوئی خیال ہمارے ذہن میں گزر رہا جو اس ساری تک و تا زکا مقصود اصلی ہے؟ کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت پر دنیوی محبتیں قربان کرنے کا داعیہ ہمارے اندر پیدا ہو رہا ہے؟ کیا اللہ عزوجل کا ایسا خوف ہم پر طاری ہونے لگا ہے جو ہمیں اُس کی نافرمانی سے روکے؟..... حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم اپنے فکر و عمل میں اس قسم کی بنیادی تبدیلیاں لانے کا عزم نہیں کریں گے، اپنے ظاہر و باطن کو معصیت کی دلدل سے نہیں نکالیں گے، اپنے اوپر اللہ کا خوف و خشیت طاری نہیں کریں گے، اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت کا حصول ہمارا طرہ امتیاز نہیں بنے گا، دین حنیف کی تبلیغ و اشاعت کے لیے ہم نے کوئی ٹھوس اور وسیع تر سوچ نہ اپنائی، اور تقویٰ کے حصول میں ہم لوگ ناکام رہے تو پھر خطرہ ہے کہ رمضان المبارک کی یہ ساری جدوجہد کا عدم ہوجانے کی، ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَقْضَتْ غَزْلَهُمَا مِنْ بَعْدِ فُؤَادٍ أُنْكَاثًا﴾ ”اور تم اُس عورت کی مانند نہ ہو جاؤ جس نے اپنے سوت کو مضبوط ہونے کے بعد تار تار کر دیا۔“

انسان کی تخلیق کا واحد مقصد اللہ عزوجل کی عبادت کرنا ہے، عبادت کرنے سے انسان میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے یعنی وہ محتاط زندگی گزارنے کا عادی ہوتا چلا جاتا ہے۔ تقویٰ، انسان کو ہدایت کی راہ پر ڈال دیتا ہے، ہدایت ربانی اُس کا اوڑھنا بچھونا بن جاتی ہے، اور اس ہدایت کے نتیجے میں اُس کے لیے فلاح و کامرانی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾

”اور میں نے جن وانس کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری ہی بندگی کریں۔“

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

”لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم میں تقویٰ آجائے۔“

﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ ”متقین کے لیے ہدایت ہے۔“

﴿أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

”وہی لوگ اپنی رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی فلاح پائیں گے۔“

□..... ”عبادت“ نام ہے اللہ تعالیٰ کی مرضیات و منہیات کے خیال رکھنے کا، یعنی اللہ کو اپنے بندوں کی طرف سے جو کام پسند ہیں، انہیں اپنا لینا اور جو کام ناپسند ہیں، انہیں ترک کر دینا ”عبادت“ کہلاتا ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ”عبادت“ کی جامع ترین تعریف کی ہے:

”اللہ کو جو ظاہری اور باطنی اعمال و اقوال پسند ہیں اُن سب کو عبادت کہتے ہیں۔ مثلاً: نماز، زکاۃ، روزہ، حج، سچائی، امانت، والدین سے حسن سلوک، صلہ رحمی، ایقائے عہد، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، کفار و منافقین سے جہاد، پڑوسیوں، یتیموں، مسکینوں اور غلاموں بلکہ چوپایوں تک سے حسن سلوک، دعا، ذکر اللہ، تلاوت قرآن سب عبادات ہیں۔ نیز اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت، اللہ کی خشیت، اُس کی طرف توبہ و انابت، عبادات و دین میں اخلاص، اللہ کے فیصلوں اور قضا و قدر پر صبر و رضا، اُس کی نعمتوں پر شکر، اُس پر توکل، اُس کی رحمت کی امید اور اُس کے عذاب کا خوف بھی عبادت کے مفہوم میں شامل ہیں۔“ [العبودیہ]

چنانچہ انسان کی سعادت اسی میں ہے کہ وہ اپنی زندگی بندگی رب میں صرف کرے، اسی کو اپنا نصب العین بنائے رکھے۔  
 □..... ”تقویٰ“ کے معنی بچنے، احتیاط کرنے اور پرہیز کرنے کے ہیں۔ یعنی دنیا کی گزرگاہ سے جو فتنوں، آلائشوں اور آلودگیوں سے اٹی پڑی ہے، سلامتی اور احتیاط کے ساتھ گزر جانے کا نام ”تقویٰ“ ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے حضرت طلق بن حبیبؒ سے ”تقویٰ“ کی جو تعریف نقل کی ہے، اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی زندگی اللہ کے لیے اخلاص، اُس کی محبت و رضا اور اُس کے خوف و خشیت کا مرقع بن جائے۔

ویسے تو ہر عبادت میں یہ خوبی و خصوصیت موجود ہے کہ اُسے مطلوبہ آداب و شرائط کے ساتھ سرانجام دینے سے انسان ”تقویٰ“ کے وصف سے متصف ہونے لگتا ہے، مگر روزہ اس سلسلے میں سب سے ممتاز مقام رکھتا ہے۔ کیوں کہ روزہ دار (عام حالات میں جائز) طعام و شراب اور اپنی شہوات نفسانیہ کو محض اپنے معبود حقیقی کی خاطر ترک کر دیتا ہے، وہ اللہ عز و جل کی رضا و محبت کو اپنی خواہشات و مرغوبات اور اپنے لذائذ و محبوبات پر ترجیح دیتا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ روزہ بندے اور اُس کے معبود کے درمیان ایک ایسا راز ہے جس پر کوئی اور مطلع نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اعضاء و جوارح کو اللہ کے مطیع بنانے اور انھیں اُس کی نافرمانی سے بچانے اور قلب و ذہن کے تزکیہ و تصفیہ میں روزہ خاص کردار کا حامل ہے۔ اسی وجہ سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

□..... اللہ تعالیٰ نے اصحاب تقویٰ کے ساتھ جن انعامات کا وعدہ فرمایا ہے ”ہدایت“ اُن میں سے ایک ہے، چنانچہ قرآن مجید میں روزوں کی فرضیت کا ذکر کرنے کے بعد ہی ﴿.... هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ﴾ اور ﴿لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ﴾ کے الفاظ آئے ہیں، نیز سورہ بقرہ کے آغاز میں ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ فرمایا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اپنی اس کتاب کے ذریعے ہدایت کے دروازے انھی سعادت مندوں پر کھولتا ہے جو تقویٰ کی روش اپنائے ہوئے ہوں۔

اہل تقویٰ کو ہدایت دینے کے معنی یہ معلوم ہوتے ہیں کہ اُن کے قلوب و اذہان ایسے روشن ہو جاتے ہیں اور انھیں بصیرت کا وہ حظ وافر ملتا ہے کہ دنیا کی یہ گزرگاہ جو فتنوں سے اٹی پڑی ہے، انھیں صحیح صحیح دکھائی دینے لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے تاریک اور پوشیدہ گوشے اُن پر عیاں کر دیتا ہے۔ امن ہو یا جنگ، معاملہ انفرادی ہو یا اجتماعی، اندرونی مسائل ہوں یا خارجہ تعلقات، کار باری معاملات ہوں یا سیاسی امور، فتح ہو یا شکست، کوئی شاہ ہو یا گدا ہدایت الہیہ سے فیض یاب ہونے کی بنا پر اُن کا قدم عین اُس سمت میں اٹھتا ہے جسے اللہ پسند کرتا ہے، اور وہ وہی فیصلہ کرتے ہیں، وہی بول بولتے ہیں جو منشائے الہی کے مطابق ہو۔ قرآن مجید کی آیات ﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَعِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ﴾ [الاعراف: ۲۰۱] اور ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا﴾ [الانفال: ۲۹] اسی معنی کی مؤید ہیں، اور حدیث الولی ((فَإِذَا أَحْبَبْتَهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ..... إلخ)) بھی اسی معنی میں ہے۔

□..... عبادات کا خوگر انسان جب تقویٰ سے متصف ہو کر ہدایت ربانیہ کی شاہراہ پر فائز ہو جاتا ہے تو پھر اُسے فوز و فلاح اور کامیابی و کامرانی کی نوید ملتی ہے:

﴿أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ”وہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر گامزن ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔“

①..... ”جو لوگ تقویٰ رکھتے ہیں جب اُن پر سے شیطان کا گزر ہوتا ہے تو چونک جاتے ہیں اور بھی وہ (بصیرت سے) دیکھنے لگتے ہیں۔“

②..... ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ کا ڈر رکھو گے تو وہ تمہارے لیے حق و باطل کی تمیز کر دے گا۔“

## تفسیر سورة الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

لیکن یہ محل کے اعتبار سے ہے یوں نہیں کہ اس میں ”ویل“ کی لغوی حقیقت کا بیان ہے کیونکہ عرب یہ لفظ قرآن مجید کے نزول سے پہلے بولتے تھے۔ اس لیے ”ویل“ سے درحقیقت ہلاکت، بربادی مراد ہوتی ہے کہ ہائے میری بربادی، ہائے میرا عذاب، ہائے یہ غمناک لمحہ بھی میرے نصیب میں تھا۔

کفار بھی قیامت کا دن دیکھ کر کہیں گے: ہائے بربادی یہ جزا کا دن ہے۔ جس کا ہم انکار کرتے رہے۔ یہ ایسے ہے جیسے کسی کو کسی چیز سے ڈرایا جائے مگر وہ اس کی طرف التفات نہ کرے اور بے نیازی دکھائے۔ مگر جب وہ چیز سامنے آجائے تو اس کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور کہتا ہے کہ یہ تو وہی ہے جس سے مجھے خبردار کیا گیا تھا۔

﴿يَوْمَ الدِّينِ﴾ یوم عموماً طلوع آفتاب سے غروب آفتاب کے مابین وقت پر بولا جاتا ہے اور اس کی جمع ایام ہے اور اس کا اطلاق دن رات پر ہوتا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے ذکر میں ﴿ثَلَاثَ لَيَالٍ﴾ [مریم: ۱۰] اور ﴿ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ﴾ [آل عمران: ۴۱] آیا ہے، یعنی آپ تین راتیں، تین دن کلام نہیں کر سکیں گے۔

اور ﴿الدِّينِ﴾ سے مراد جزا اور بدلہ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

”الدین الجزاء فی الخیر والشر کما تدین تدان“

یعنی دین جزا کو کہتے ہیں نیکی میں بھی اور بدی میں بھی۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے:

﴿وَقَالُوا يُؤَيِّلُنا هَٰذَا يَوْمَ الدِّينِ﴾ هَٰذَا يَوْمَ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿[الصّٰفّٰت: ۲۰، ۲۱]

”اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! یہ جزا کا دن ہے۔ یہی فیصلے کا دن ہے، جسے تم جھٹلاتے تھے۔“

جب وہ قبروں سے نکل کر سراپیمگی میں دیکھ رہے ہوں گے تب وہ کہیں گے: ہائے ہماری بربادی۔ ویل عموماً کسی مصیبت کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ اور اس کے معنی ہلاکت، بربادی، تباہی اور رسوائی ہے۔ اور یہ کلمہ حسرت و ندامت ہے۔

علامہ راغب نے کہا ہے:

حسرت کے موقع پر ”ویل“ اور تحقیر کے لیے ”ولیں“ اور ترحم کے لیے ”ویح“ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اور جنہوں نے کہا ہے کہ ویل جہنم میں ایک وادی کا نام ہے تو ان کا یہ مقصد نہیں کہ یہ اس کے وضعی معنی نہیں بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ جن لوگوں کے متعلق قرآن نے یہ کلمہ استعمال کیا ہے ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ (مفردات)

جنہوں نے ”ویل“ جہنم کی وادی کا نام بتلایا ہے ان کا استدلال حضرت ابوسعید خدری رحمہ اللہ کی حدیث سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ویل وادی جہنم یھوی فیہ الکافر اربعین خریفا قبل ان یبلغ قعرہ )) (أحمد: ۷۵ / ۳، الترمذی: ۳۱۶۴، السلسلة الصحيحة: ۱۶۴ / ۵، تحت رقم: ۲۱۶۵ وغیرہ)

”ویل جہنم میں وادی ہے جس میں چالیس سال تک کافر کو گرایا جائے گا اس کے نیچے پہنچنے سے پہلے۔“



﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا  
غَيْرَ سَاعَةٍ كَذَلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ  
أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَى  
يَوْمِ الْبَعْثِ فَهَذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا  
تَعْلَمُونَ ۝﴾ [الرّوم: ۵۶، ۵۵]

”اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے۔ اسی طرح وہ بہکائے جاتے تھے۔ اور وہ لوگ جنہیں علم اور ایمان دیا گیا کہیں گے کہ بلاشبہ یقیناً تم اللہ کی کتاب میں اٹھائے جانے کے دن تک ٹھہرے رہے، سو یہ اٹھائے جانے کا دن ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔“

بعض نے اس کے برعکس یہ کہا ہے کہ یہ بھی مقولہ کفار ہی کا ہے کہ یہ فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلاتے تھے۔ گویا کافر یہ بات کافروں کو مخاطب کر کے کہیں گے۔ مگر اکثر مفسرین اسے مومنوں یا فرشتوں کا مقولہ کہتے ہیں۔

سورہ یٰس (آیت: ۵۲) میں بھی یہی اسلوب ہے اس پر ایک نگاہ ڈال لیجیے۔ رائج یہی ہے کہ یہ مقولہ مومنوں اور ملائکہ کا ہوگا کہ وہ کہیں گے یہ فیصلے کا دن ہے، آج حق و باطل کے درمیان مومن و کافر اور مجرم کے درمیان طیب اور خبیث کے درمیان فیصلہ ہوگا۔ حق نکھر جائے گا اور فیصلہ ہو جائے گا کہ جنتی کون ہے اور جہنمی کون ہے۔ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

﴿إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُم يَوْمَ الْقِيَمَةِ﴾

[السجدة: ۲۵]

”بے شک تیرا رب ہی قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔“

کیونکہ وہی روز جزا کا مالک ہے۔

دین کے اور بھی معانی ہیں اور وہ ہیں عادت، عمل، حکم، حال، خلق، طاعت، تہر، الملت، الشریعہ، الورع، السیاسة۔

(فتح الباری: ۱۵۶/۸)

اور جب ﴿یوم الدین﴾ کہا جاتا ہے تو اس سے مراد یوم قیامت ہے کیونکہ دنیا دار العمل ہے گو یہاں بھی بسا اوقات برے عمل کی جزا ملتی ہے اسی طرح قبر میں بھی جزا ملتی ہے مگر مکمل جزا اور بدلہ قیامت کے دن ہی ملے گا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿وَأَنَّمَا تُؤَفَّقُونَ أَجُورُكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ﴾

[آل عمران: ۱۸۵]

”اور تمہیں تمہارے اجر قیامت کے دن ہی پورے دیے جائیں گے۔“

کفار کا کہنا ﴿ہذا یوم الدین﴾ ”یہ ہے جزا کا دن“۔ اس میں ان کے ایک تو خش اور خوف کا پہلو ہے کہ دنیا میں اس دن سے ہم بے خوف تھے۔ مگر آج یہ دن آ گیا ہے۔ اسی دن کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝ يَوْمَ لَا تَنفِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ۝﴾ [الانفطار: ۱۷-۱۹]

”اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ جزا کا دن کیا ہے؟ پھر تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ جزا کا دن کیا ہے؟ جس دن کوئی جان کسی جان کے لیے کسی چیز کا اختیار نہ رکھے گی اور اس دن حکم صرف اللہ کا ہوگا۔“

اس دن کی ہول ناکی کا ذکر بہت سے مقامات پر آیا ہے۔ کفار اس سے بالکل ناواقف نہ تھے مگر اس کا انکار کرتے تھے۔ جب یہ دن دیکھ لیا تو ان کے طوطے اڑ گئے۔

﴿هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ﴾ یہ مقولہ فرشتوں کا ہے یا مومنوں کا ہے جو کفار کے پہلو میں کھڑے ہوں گے۔ سورۃ الروم میں ہے:

## اربعین اعتقادی

درس  
حدیث

۷

## فرائد الفوائد في جمع الأربعين من أحاديث العقائد

## فوائد:

- ۱: شرک کے خاتمے اور توحید کے پرچار کے لیے بھرپور جدوجہد کا حکم۔
- ۲: توحید کا اقرار نہ کرنے والوں کے خلاف نبی کریم ﷺ کا اعلان  
 قتال اس کی اہمیت اُجاگر کر رہا ہے۔
- ۳: قتال کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس سے ایک تو معلوم ہوا یہ حکم ربانی ہے اور دوسرا یہ معلوم ہوا کہ آپ شریعت کے بارے اس وقت نہ بولتے تھے جب تک آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نہ آ جاتی تھی۔ جیسا کہ فرمان ربانی ہے:  
 ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝﴾  
 [النجم: ۴، ۳]
- ”وہ (نبی کریم ﷺ) اپنی خواہش سے نہیں بولتے، وہ تو صرف وحی ہے جو اُتاری جاتی ہے۔“
- اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث بھی وحی ہے۔
- ۴: توحید کے ساتھ ساتھ نماز اور زکاة کی بہت عظمت و اہمیت ہے کیونکہ یہ دونوں بدنی و مالی عبادات کی بنیاد ہیں۔
- ۵: قبول اسلام کے بعد اقامت نماز اور ادائے زکاة کا اہتمام لازمی ہے، اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کا بھی تارک ہے تو وہ مسلمان نہیں سمجھا جائے گا۔
- ۶: محمد رسول اللہ ﷺ بحیثیت حاکم وقت بھی تھے۔
- ۷: توحید کے ساتھ رسالت کا اقرار بھی لازم ہے اس سے عصر حاضر کے تصور ”وحدت ادیان“ کا خوب رد ہوتا ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کی نبوت عالمگیری ہے جو اسے تسلیم نہیں کرتا اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔  
 کما فی الحدیث . (باقی صفحہ نمبر ۲۱ پر ملاحظہ کریں)

باب: اہمیت التوحید، لقول الله تعالى:

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾ [الأنفال: ۳۹]

۴: عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: ((أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله ويقيموا الصلاة ويؤتوا الزكاة فإذا فعلوا ذلك عصموا مني دماءهم وأموالهم إلا بحق الإسلام وحسابهم على الله.)) (صحيح بخاري، رقم الحديث: ۱۲۵، صحيح مسلم، رقم الحديث: ۲۲ واللفظ للبخاري)

## اہمیت توحید:

فرمان تعالیٰ ہے:

”اور ان سے قتال کرو حتیٰ کہ فتنہ ختم ہو جائے اور تمام دین اللہ کے لیے ہو جائے۔“

۴: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور وہ نماز قائم کریں اور زکاة ادا کریں، جب وہ (سب) کرنے لگ جائیں گے تو وہ مجھ سے حق اسلام (حدود و قصاص) کے علاوہ اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے، اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔“



## کیا غیر مدخول بہا عورت طلاق کا محل ہے؟

مولانا مفتی محمد عبید اللہ خاں عقیف رحمۃ اللہ علیہ (بانی جامع مسجد امانۃ العزیز اہل حدیث، رحمت ٹاؤن، فیصل آباد)

۳: کوئی اور حل۔ (ایک سائل)

**جواب:** ①..... بشرط صحت سوال واضح ہو کہ بغیر رخصتی اور ازدواجی تعلق قائم کیے بغیر منکوحہ عورت طلاق کا محل ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا فَيَمْتَنِعُوهُنَّ وَسِرَّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾ [الأحزاب: ۴۹]

”اے ایمان دارو جب تم ایمان دار عورتوں سے نکاح کرو۔ پھر ہاتھ لگانے (ملاپ) سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر تمہارا کوئی حق عدت کا نہیں جسے تم شمار کرو۔ پس تم انہیں (بطور حوصلہ افزائی) کچھ نہ کچھ دے دو اور اچھے طریقے سے انہیں رخصت کر دو۔“

اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ وقوع طلاق کے لیے رخصتی اور ازدواجی تعلقات کا قیام کوئی شرط نہیں، یعنی وقوع طلاق کے لیے نفس نکاح ہی کافی ہے۔

②..... غیر مدخول بہا عورت کو جو طلاق دی جاتی ہے وہ باندہ صغریٰ ہوتی ہے اور باندہ صغریٰ طلاق میں وقوع کے وقت نکاح کا عدم اور ٹوٹ جاتا ہے اس لیے کہ وہ صرف ایک طلاق کا محل ہوتی ہے، یعنی ادھر شوہر کے منہ سے لفظ طلاق نکلا اور ادھر نکاح کا عدم۔ اس لیے غیر مدخول بہا عورت دوسری اور تیسری طلاق کا محل نہیں۔ اس لیے اس پر کوئی عدت نہیں۔ لہذا آپ از سر نو نئے مہر، نئے گواہ اور ولی کی اجازت سے اس کے ساتھ شرعاً نکاح کر سکتے ہیں۔

**سوال:** ۱۹۹۲ء میں میری منگنی اپنی چچا زاد محترمہ فخرہ دختر محمد صالح قریشی سے ہوئی اور منگنی کے تین سال بعد ۱۹۹۵ء میں میرا اُس سے نکاح کر دیا گیا جب کہ رخصتی عمل میں نہیں آئی وہ اپنے والدین کی طرف ہی قیام پذیر رہی اور میرا اُس کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم نہ ہوا۔ واضح رہے کہ میں اور میری منکوحہ کبھی تنہائی میں نہیں ملے۔ جب کہ میرے والدین کا اصرار اُس کی رخصتی پر تھا۔ والد صاحب ہمراہ میرے بڑے بھائی کے کئی دفعہ چچا کے گھر گئے کہ رخصتی عمل میں لائی جائے لیکن چچا محترم کچھ گھریلو مسائل کی وجہ سے رضا مند نہ ہوئے۔ دریں اثناء چچا محترم کا انتقال ہو گیا۔ اُس کے بعد والد محترم میرے بڑے بھائی اور میں بذات خود چچا مرحوم کے گھر گئے اور رخصتی کی گزارش کی تو میری منکوحہ کی بڑی ہمشیرہ نے میرے والد محترم کے ساتھ گھریلو معاملات کی وجہ سے بدتمیزی کی اور اُن کو نازیبا الفاظ سے پکارا۔ جس کا مجھے بہت رنج ہوا۔

اس واقعے کے بعد میں نے تہیہ کر لیا کہ میں اب اس گھر میں شادی نہیں کرنی حالانکہ میرے والد محترم اور بڑے بھائی نے مجھے حتی المقدور سمجھانے کی بڑی کوشش کی۔ کچھ دن بعد میں نے اُن کی طرف پیغام بھجوایا کہ میں اس نکاح کو ختم کرتا ہوں اور میں نے عدالت کے طفیل طلاق کے کاغذات بھی بھجوادیے۔ مذکورہ طلاق پانے میں تین طلاقیں علیحدہ علیحدہ اور مختلف اوقات میں دی گئی تھیں۔ ایک ساتھ نہیں دی تھیں۔

اب میں آپ سے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ

۱: کیا بغیر رخصتی کے اور ازدواجی تعلق قائم کیے بنا وہ طلاق واقع ہوئی؟  
۲: کیا میں اُس کو دوبارہ نکاح میں لاسکتا ہوں جب کہ وہ بھی اس پر راضی ہے۔

# تزکیہ نفس اور رمضان

خطبہ جمعہ: مولانا محمد داود غزنوی رحمہ اللہ

ترتیب: عبدالواحد گوندل

ان کی ریاضتوں کا تذکرہ بھی فرمایا۔ کلمہ طیبہ کا ورد اور اس کے لیے خاص انداز اور جہتوں کو اختیار کرنا، اگلنا اور نگلنا (اگلنا یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ پڑھے تو تصور کرے کہ زمین کے ہر طرف کسی کو الہ نہیں مانتا۔ الا ہوزبان سے نکالے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو، یعنی غیر اللہ کو اگلنا اور اللہ تعالیٰ کے تصور کو نگلنا۔ بعض نے یہ طریقہ اپنایا ہوا ہے کہ جب الا ہو کہے تو رخ اپنا عرش معلیٰ کی طرف کرے اور دل کو بھی ادھر متوجہ کرے۔) آپ نے فرمایا سنت سے اس کا کوئی ثبوت مجھے نہیں ملتا۔ حقیقت یہ ہے کہ شرک سے بچنے اور کتاب و سنت کے احکام پر کاربند ہو جائیے۔ جو گناہوں کو چھوڑ دے وہ یقیناً پاک صاف ہو جائے گا اور ان الفاظ کا مصداق بن جائے گا:

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى﴾

”وہ یقیناً کامیاب ہو گیا جس نے اپنے آپ کو پاک صاف کر لیا، بنالیا۔“

پھر اپنے آپ کو پاک نہ بتاتا پھرے کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو پاک صاف کر دے وہی ایسا ہوگا، فرمایا:

﴿فَلَا تَزُكُّوا أَنْفُسَكُمْ﴾

رمضان المبارک سال بھر میں ایک ماہ کا ریفریشر کورس ہے جس سے تزکیہ نفس پوری طرح ہو جاتا ہے۔ ایک ماہ یہ روحانی ورزش کرے پھر قائم ہو جاتا ہے۔ بخاری اور مسلم کے حوالہ سے فرمایا اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان ہم تک پہنچا ہے:

((من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما

تقدم من ذنبه.))

حافظ محمد یوسف لکھنوی نے ۱۹۴۸ء میں اپنے مکان کو مسجد کے لیے وقف کیا۔ مسجد تعمیر ہوئی۔ اس کے افتتاح کے لیے سید مولانا داود صاحب غزنوی کو دعوت دی گئی۔ آپ لکھنؤ تشریف لائے۔ میں اپنے ایک دوست عبدالستار غوری صاحب کے ہمراہ لکھنؤ گیا۔ غزنوی صاحب نے خطبہ جمعہ دیا۔ مسنون خطبہ کے بعد سورۃ الاعلیٰ کی آیات ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى﴾ [الاعلیٰ: ۱۴] کی تلاوت کی۔ اب تفسیر اور ان الفاظ کے معانی کا ایک چشمہ جاری و ساری تھا۔ خوب صورت چہرہ سے بڑے ہی موزوں اور بر محل الفاظ و اہل کی طرح ہم سن رہے تھے، یعنی موسلا دھار بارش کا سماں بندھ گیا۔ خطبہ کیا تھا معنوں سے بھرا ہوا وعظ تھا۔ اُن کی آواز میں ریکارڈ نہ ہو سکا ایسا ہوتا تو خاصے کی ایک چیز ہوتی۔

بعض مطالب ذہن میں ہیں۔ یادداشت پر زور دے کر اُن کو قلم بند کرتا ہوں۔ سب سے پہلے آپ نے تزکیہ نفس کا ذکر کیا۔ واضح کیا کہ عقیدہ جب تک درست نہ ہوگا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی نازل کردہ ہدایت پر پورا پورا عمل نہ ہوگا تو نفس کی پاکیزگی ایک خواب ہے۔ اپنے آپ کو دھوکے میں مبتلا کرنا ہے۔ راہبوں اور جوگیوں کے مختلف طریقوں اور اعمال کا ذکر کیا اور ان کے رد میں قرآن مجید سے گواہی پیش کی کہ انسانوں نے ان طوق و سلاسل کو خود اختیار کر لیا لیکن فمارعوہا حق رعایتہا لیکن ان پر پورا عمل نہ کر سکے۔ اپنے لیے اور اہل خانہ کے لیے آزمائش و مصیبت کا باعث بنے۔ حاصل کچھ بھی نہ ہوا۔

اس کے بعد مسلمان صوفیائے کرام کے بعض اوراد و وظائف اور

آیت پر عمل شروع ہوا:

﴿وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ﴾ [الاعلیٰ: ۱۵]

یعنی اپنے رب کے نام کا ذکر کر رہا ہے۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، واللہ الحمد یا اللہ اکبر کبیر، واللہ الحمد کثیرا، سبحان اللہ بکرۃ واصیلا۔

ان خوش بخت افراد کو خوش آمدید کہنے کے لیے فرشتے گلیوں اور بازاروں میں موجود ہیں۔ ان کی خیریت کے لیے دعا کر رہے ہیں اور ان کا استقبال کر رہے ہیں۔

اب یہ اللہ کا بندہ عید گاہ میں پہنچ گیا ہے اور ذکر رب کثرت سے سے اور بلند آواز سے کر کے دوسرا حکم بجالا رہا ہے۔

﴿فَصَلِّ﴾ نماز عید ادا کی۔ اس نماز کے لیے نہ تو اذان دے کر آگاہ اور خبردار کیا گیا اور نہ قیام جماعت کے وقت کسی نے اقامت کہی۔ پھر اس قدر جھوم کیسے اکٹھا ہو گیا۔ اللہ اکبر

آسمان میں ایک منظر اور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں یہ اس قدر لوگ یہاں کیوں جمع ہوئے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں یہ اپنے گناہوں کی معافی اور جنت کے طلب گار ہیں۔ فرمان ہوتا ہے گواہ رہو میں نے ان کو معاف کیا اور ان کو جنت بھی عطا کی۔

ان دو آیات کا مطلب مکمل ہو گیا۔ سورۃ الاعلیٰ مکہ میں نازل ہوئی جہاں ابھی رمضان اور تراویح نہیں تھی۔ اس کے باوجود امام تفسیر مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ آیات رمضان اور عید الفطر سے مناسبت رکھتی ہیں۔ اگرچہ یہ ان اعمال کی فرضیت سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔

اب مولانا داود غزنوی صاحب گویا ہوئے:

﴿بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى﴾

[الاعلیٰ: ۱۷، ۱۶]

کچھ بدنصیب ایسے ہیں رمضان آیا گزر گیا انھوں نے اپنی بخشش کے لیے کچھ بھی نہ کیا۔ اس دنیا کی زندگی کو ترجیح دے کر مال کمانے (باقی صفحہ نمبر ۲۱ پر ملاحظہ کیجیے)

”جس نے یقین و خلوص نیت سے روزے رکھے اس کے

گزشتہ دور کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔“

جب گناہ معاف ہو گئے تو وہ پاک ہو گیا۔

دوسرا فرمان یہ ہے جس نے رمضان المبارک میں قیام کیا، نماز تراویح ادا کی اس کے بھی گناہ معاف ہوئے۔

تیسرا فرمان یہ ہے کہ جس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا، تو اس کے بھی گناہ معاف ہو گئے، یعنی اس کا تزکیہ نفس ہو گیا۔

رمضان المبارک میں نیک اعمال کا اجر و ثواب زیادہ ہوتا ہے۔

اس خیال کے پیش نظر رمضان میں زکاۃ ادا کی جاتی ہے۔ دور دراز

سے غرباء اور مدارس و مساجد کے سفیر آتے ہیں اور مالی امداد حاصل

کرتے ہیں۔ اس طرح مسلمان کا مال بھی پاک ہو گیا کہ ”بے زکاۃ“

مال پلید ہوتا ہے۔ زکاۃ سے صرف مال ہی پاک نہیں ہوتا بلکہ یہ مال

والے کو بھی پاک کرتی ہے!

﴿يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى﴾

انسان خطا کار ہے۔ روزہ کی حالت میں بھی بھول چوک ہو جاتی

ہے۔ بعض معیار سے کمتر کام کر لیتا ہے۔ لغو سے اعراض نہیں ہوتا۔

اس کے لیے صدقہ فطر فرض کیا گیا۔ رمضان کے دوران کی لغویات

سے بھی بری ہو گیا۔ رمضان المبارک میں خود حضور ﷺ کی سخاوت

تیز ہوا کی طرح ہوتی تھی۔ تیز ہوا کی طرح خیرات کرتے تھے۔ ان

تمام نیک اعمال کی ادائیگی سے پوری صفائی اور پاکیزگی حاصل

ہو جاتی ہے۔

ہلال عید نظر آ گیا اور یہ جسم کی پاکیزگی کے لیے بیدار ہوتا ہے۔

غسل خانہ میں داخل ہوتا ہے۔ اپنے جسم کی ظاہری میل کچیل اتارتا

ہے اور اُجلا سا لباس زیب تن کرتا ہے۔ باطنی پاکیزگی تو اس کی

رمضان المبارک کے اعمال سے مکمل ہو گئی تھی غسل سے ظاہری

طہارت و صفائی بھی ہو گئی۔

اب یہ سعید روح اہل خانہ کو ساتھ لے کر عید گاہ کی طرف چل پڑا

ہے۔ یہ تو تھی تصویر ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى﴾ کی اور اب اس سے اگلی

## روزہ

## صیام رمضان من الإسلام

مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ

زیر نظر مضمون مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجپانی رحمہ اللہ نے اپنے رسالے ماہنامہ ریحق (جلد: ۱، شمارہ ۱۹۵۷ء) میں شائع کیا تھا اور مضمون کی ابتدا میں ایک تعارفی نوٹ بھی لکھا جس میں مختصر الفاظ میں موضوع زیر بحث کی تاریخ بیان فرمائی مضمون خالص علمی انداز میں ہے۔ مضمون کی زبان اگرچہ قدامت کا رنگ لیے ہوئے ہے مگر دلچسپی سے خالی نہیں، چنانچہ کسی بھی قسم کے رد و بدل کے بغیر ہم نے اسے اپنی اصل حالت پر باقی رکھا ہے۔ اہل علم کے لیے ہم مقالہ اور تعارفی نوٹ شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

اسلام کے جو عقائد و احکام..... حدیث کا دلیل شرعی ہونا..... نماز، قربانی وغیرہ..... فرقہ منکرین حدیث کی ”تحقیقاتِ نادرہ“ کا تحتہ مشق بنے ہوئے ہیں۔ ان میں رمضان المبارک کے روزے بھی ہیں جن کی فرضیت ساقط کرنے کے لیے یہ لوگ ایک مدت سے لڑ پڑ پھیلا رہے ہیں۔ مگر بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ ”مسئلہ“ بھی اس فرقے کو اپنے آباء و اجداد..... جناب سر سید احمد خاں علی گڑھی اور ان کی پارٹی..... سے ورثے میں ملا ہے۔ جنہوں نے آج سے تقریباً پون صدی قبل یہ مسئلہ اٹھایا تھا۔ اور جس پر مدلل تنقید اور اس کا معقول جواب جماعت اہل حدیث کے مشہور عالم مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے اسی وقت ایک مفصل تحریر میں دے دیا تھا جو ان کے ماہنامہ اشاعت السنہ، نمبر ۸، جلد ۶، مئی ۱۸۸۱ء میں شائع بھی ہو گیا تھا۔

قارئین کی ضیافت طبع کے لیے یہ پورا مقالہ ریحق میں شائع کیا جا رہا ہے۔ (مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجپانی رحمہ اللہ)

اگر روزہ رکھنے میں تکلیف پائے گو وہ تکلیف حد مرض تک نہ پہنچے اور کوئی بیماری پیدا نہ کرے تو اس کو جائز و اختیار ہے کہ روزہ نہ رکھے۔ اور اس کے بدلے ایک مسکین کو روٹی کھلا دیا کرے۔ اور اس ترمیم و تصرف پر انھوں نے ایک دلیل نقلی (آیت مجمل و محتمل الوجوہ و علی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین) سے استدلال کیا ہے جس کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ اور کسی ایک معنی پر کوئی دلیل قطعی قائم نہیں ہے اور نہ اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے اور ایک دلیل عقلی سے استنبہا دیا گیا ہے جس کی بنیاد ان کے خیال میں انسانی نیچر پر ہے۔

ہم اس مضمون میں مسلمانوں کے قدیمی و متوارث اعتقاد کی درستی و مضبوطی بیان کرنا چاہتے ہیں اور ان اہل تہذیب کی غلطی بتاتے ہیں۔

زمانہ نبوت سے لے کر اس صدی تک جس میں ہم ہیں۔ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق رہا ہے کہ روزہ ماہ رمضان اسلام کا جز ہے جیسے نماز و زکوٰۃ و حج وغیرہ۔ اور اچھا بھلا تو یہ تو انا آدمی جو مرض و سفر میں مبتلا نہ ہو روزہ رکھنے یا نہ رکھنے میں خود مختار نہیں ہے اور ابتداء سے آج تک مختلف فرقہ ہائے اہل اسلام (سنی، بدعتی، شیعی، خارجی، معتزلی وغیرہ وغیرہ) سے کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا۔ مگر عرصہ تقریباً ایک سال سے نئے خیال کے لوگوں نے (جو احکام دین کی ترمیم و چھانٹ کر رہے ہیں جس کا نام وہ تہذیب رکھتے ہیں) اس روزہ میں یہ ترمیم کی ہے کہ اس کو واجبِ تنزیل (یعنی اختیاری فرض) بنا دیا اور صاف فرما دیا ہے کہ صحیح و تندرست آدمی جو نہ مریض ہو نہ مسافر،

① یہ الفاظ لوگوں کے محاورہ عام پر بولے گئے ہیں۔ اور ہم ان الفاظ کو کسی کی نسبت کہنا پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ اس باب میں عنقریب ایک مضمون لکھیں گے۔

سے کسی خاص معنی کے مراد ہونے کا یقین حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اس معنی کے مراد ہونے پر بدوں شہادت دوسرے کلام یا قرینہ کے صرف اسی مشتبہ و محتمل کلام سے تمسک نہیں کیا جاسکتا۔

تمثیلات:

۱: زید کے چار بیٹے ہیں اس نے کہا کہ ایک بیٹے کو میں نے ایک ہزار روپیہ دیا، اس کلام سے کوئی خاص بیٹا اپنے مراد ہونے پر استدلال نہیں کر سکتا۔

۲: آیت ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ میں لفظ قراء سے حیض یا طہر کے مراد ہونے پر صرف یہی لفظ قراء جو طہر و حیض دونوں کے لیے عرب میں مستعمل ہے دلیل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے حنفیہ اس سے حیض مراد ہونے پر صیغہ کے جمع ہونے سے استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ اصول فقہ میں اس کی تفصیل ہے اور شافعیہ و اہل حدیث اس سے طہر مراد ہونے پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں طہر میں طلاق دینے کا حکم دیا۔ پھر اس طہر کو وہ عدت کہا جس میں طلاق دینے کا حکم آیا ہے چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے۔

اصل سوم:

مسلمانوں کا صدرِ اوّل سے اتفاقی تعامل و توارث دلیل قطعی مفید یقین ہے۔

تشریح:

جس امر کو اہل اسلام زمانہ نبوت سے لے کر آج تک بالاتفاق عمل میں لاتے ہیں اور اس کو ہر زمانہ کے لوگ بتوارث و تواتر نقل کرتے چلے آئے ہیں وہ امر یقیناً ثابت ہے اور یہ اتفاقی تعامل و توارث، اہل اسلام اس کے ثبوت پر قطعی دلیل ہے۔

بدوں اس کے کہ کسی خاص شخص کو مخاطب کریں یا کسی کتاب و تالیف کو نشانہ بنائیں۔ چنانچہ اس بات کا ہم وعدہ دے چکے ہیں۔

واضح ہو کہ ہمارے مدعا کی تائید و قول مخالف کی تعلیل تین اصول پر موقوف ہے جن کو قبل بیان مدعا بیان کیا جاتا ہے پس جو صاحب ہمارے مدعا اور قول مخالف میں محاکمہ یا کسی جانب کی تائید و ترمیم کرنا چاہیں وہ پہلے ان اصول میں نظر کر لیں۔

اصل اوّل:

یقین ثابت، شک عارض سے زائل نہیں ہوتا۔

تشریح:

یعنی جو امر یقین سے ثابت ہو چکا ہو وہ بعد میں شک آ جانے سے باطل نہیں ہوتا۔

تمثیلات:

۱: زید اپنے بیٹے یا بیوی کو جانتا ہے کہ وہ اس کا بیٹا یا بیوی ہے۔ پس تھوڑی دیر ان سے غائب ہونے کے بعد اس کا یہ شک و احتمال کہ شاید وہ نہ ہوں۔ اس کے اصلی بیٹے یا بیوی کے ہم شکل و مشابہ کسی اور کا بیٹا یا بیوی ہو اس کے یقین سابق کو باطل نہیں کر سکتا۔

۲: زید نے نماز ظہر کے لیے وضو کیا تھا پھر عصر کے وقت اس کو شک ہوا کہ شاید وہ وضو نہیں رہا اس شک سے وہ وضو فاسد نہیں ہوتا۔

اصل دوم:

دلیل محتمل الوجہ والمعانی مفید یقین نہیں ہوتی اور کسی خاص معنی پر منجملہ ان معانی کے بدوں شہادت اور دلیل مستقل کے اس سے استدلال صحیح نہیں۔

تشریح:

یعنی جس آیت یا حدیث یا کسی اور کلام بشر کے کئی معنی ہو سکیں اس

۱ ان قیود کو ناظرین و مناظرین غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ ان میں نہ کسی خاص زمانہ متاخر کا اصطلاحی اجماع داخل ہو سکتا ہے (جس کے حجت ہونے میں ظاہریہ وغیرہ کو کلام ہے) نہ رسوم و رواج ازمنہ متاخرہ جن کی سند صاحب شریعت تک نہیں پہنچتی۔ اور وہ بالاتفاق لائق حجت نہیں ہیں۔ ان میں صرف وہی امور شامل و داخل ہو سکتے ہیں جو آنحضرت ﷺ کے قول و فعل سے ثابت ہیں۔ اور مسلمانوں میں بتوارث یکے بعد دیگرے قرناً بعد قرناً متداول و معمول چلے آتے ہیں جن کی حجت و سند ہونے میں آج تک کسی مسلمان کا اختلاف مسموع نہیں ہوا۔



### تمثیلات:

۱: کعبہ جو ملک عرب و شہر مکہ میں موجود ہے اس کا وہ کعبہ ہونا جس کے حج کا قرآن میں حکم آیا ہے (اور اس کو بیت العتیق و قبلہ فرمایا گیا ہے) مسلمانوں کے اتفاقی تعامل و توارث سے ثابت ہے اور یہ اتفاق اس کے ثبوت پر قطعی دلیل ہے۔

۲: نماز کے اتفاقی ارکان رکوع و سجود و قیام وغیرہ اور ان کی صورتیں اور اعداد رکعات فرائض و ہیئت ارکان و شعائر حج اسی تعامل و توارث اہل اسلام سے ثابت ہیں اور یہی تعامل و توارث ان کے ثبوت پر دلیل قطعی ہے۔

یہ اصول ثلاثہ بجاہت عقل و شریعت سے ثابت ہیں اور اہل اسلام میں مسلم۔ اس لیے ہم نے ان کی دلیل بیان نہیں کی۔ صرف تمثیل پر قناعت کی ہے۔ اگر کوئی ان کی حجیت و ثبوت میں کلام کرے گا تو عقل و نقل سے ان کا ثبوت دیا جائے گا۔ اور باز الہ خفا ان اصول کی بجاہت پر اس کو متنبہ کیا جائے گا۔

جب یہ اصول بیان ہو چکے تو اب اصل مدعا کو بیان کیا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

### فرضیت صیام رمضان کا عموم قرآن سے:

فرضیت صیام رمضان ہر مکلف صاحب طاقت پر جو بیمار و مسافر نہ ہو، زمانہ آنحضرت ﷺ سے لے کر آج تک باتفاق اہل اسلام ثابت ہے اور اس فرضیت پر نصوص قرآن اور دعوت مدت العمری حضرت رسالت و تعامل و توارث کا فہ اہل اسلام ہر عصر دلائل ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ

كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ﴾ [البقرة: ۱۸۳]

”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلوں پر فرض کیے گئے تھے۔“

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى

لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ

مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ

فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ [البقرة: ۱۸۵]

”رمضان کا مہینا ہے جس میں قرآن اتارا گیا ہے جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور کھلی نشانیاں راہ کی۔ اور چکوتے، احکام۔ پس جو اس میں حاضر ہو وہ اس کا روزہ رکھے اور جو مریض یا مسافر ہو وہ دوسرے دنوں کو شمار کرے یعنی اتنے دن روزہ رکھے۔“

### احادیث سے:

آنحضرت ﷺ جب کسی کو اسلام و ارکان اسلام کی دعوت و تعلیم فرماتے تو اس میں صیام رمضان کو ذکر کرتے یہاں صرف چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں:

..... ایک اعرابی نے آنحضرت ﷺ سے اسلام کا سوال کیا تو آپ نے اس کے جواب میں پانچ وقت نماز و صیام رمضان و زکاة کو ذکر فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

..... ”ضام بن ثعلبہ نے آنحضرت کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کے فرستادہ نے بیان کیا ہے کہ ہم پر رمضان کے روزے فرض ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: وہ سچ کہتا ہے۔ پھر اس نے عرض کیا کہ یہ خدا کا حکم ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہاں۔“ (صحیح مسلم و صحیح بخاری)

..... ”قبیلہ عبد القیس کے وکیل آنحضرت ﷺ کے پاس آئے۔ اور آپ نے ان کو ایمان تلقین کیا۔ تو اس میں نماز و روزہ وغیرہ ارکان اسلام کو ذکر فرمایا۔ اخیر میں یہ ارشاد کیا: ان باتوں کو یاد رکھو اور اپنے پیچھلوں کو ان کی خبر دو۔“

(صحیح بخاری، ج ۱۳، صحیح مسلم، ج ۳۴)

..... ”حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تعلیم امت کے لیے آنحضرت ﷺ سے اسلام کا سوال کیا تو ان کے جواب میں بھی آنحضرت ﷺ نے صیام رمضان کو منجملہ اسلام شمار کیا۔ آخر میں یہ فرمایا کہ یہ (سائل) جبرائیل تھا۔ لوگوں کو دین سکھانے آیا تھا۔“ (مسلم، ج ۴۹، بخاری، ج ۱۴)

یہ ہم نے چند احادیث کا خلاصہ نقل کیا ہے اور اس قسم کی اور بہت احادیث ہیں جس کا احصاء و شمار دشوار ہے۔  
تو اثر عملی:

تعال و توارث مسلمین محتاج نقل و بیان نہیں ہے سب کوئی جانتا ہے کہ اسلام کے ہر مذہب و طریق میں رمضان کے روزے فرض ہیں اور کسی مذہب شیعہ، سنی، معتزلی، خارجی وغیرہ میں اچھے بھلے آدمی کو روزہ نہ رکھنا اور اس کے بدلے فدیہ (ایک مسکین کا کھانا) دے دینا جائز و معمول و مروءہ نہیں ہے۔

یہ دلائل (آیات کتاب اللہ و احادیث رسول اللہ و تعاول امت محمدیہ) قطعی ۱ و یقینی طور پر صیام رمضان کا فرض ہونا ثابت کر رہے ہیں۔ اب اس فرض قطعی سے ان جوان و تندرست لوگوں کو (جو روزہ رکھنے میں مرض کے سوا تکلیف پاتے ہیں) مخصوص و مستثنیٰ کرنا اور ان کو یہ فرض قطعی معاف کر کے یہ اختیار دینا کہ وہ چاہیں روزہ رکھیں چاہیں اس کے فدیہ (بدلہ) میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں، اس پر موقوف ہے کہ اس حکم قطعی سے ان لوگوں کے مخصوص و مستثنیٰ ہونے پر ویسے ہی دلائل قائم ہوں جیسے اس حکم کے ثبوت پر قطعی دلائل موجود ہیں اور جہاں تک کتاب اللہ و سنت و تعاول و توارث امت میں تخص و غور کیا جاتا ہے ایسی کوئی دلیل جو ان لوگوں سے اس حکم کو معاف و رفع و منسوخ کر دے پائی نہیں جاتی اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ ان لوگوں کو اس حکم سے مخصوص و مستثنیٰ کرنا اور روزہ رکھنے و فدیہ دینے میں خود مختار بنانا جائز نہیں ہے۔ و هو المدعی۔

اس دلیل کا پہلا مقدمہ (کہ ان لوگوں کے مستثنیٰ ہونے کے لیے دلیل قطعی کا موجود ہونا ضروری ہے) تو اصل اول میں ثابت ہو چکا

اور بخوبی بیان ہو گیا ہے کہ امر قطعی کے مقابلہ و ازالہ کے لیے امر قطعی بکار ہے اور یقین ثابت شک سے زائل نہیں ہو سکتا۔

دوسرا مقدمہ (کہ ان لوگوں کے مستثنیٰ ہونے پر دلیل قطعی موجود نہیں ہے) یہ ثبوت رکھتا ہے کہ سنت و تعاول امت میں تو ایسی دلیل کا نام و نشان پایا نہیں جاتا اور نہ کسی موافق یا مخالف کو اس کا دعویٰ ہے۔ کوئی نہیں کہتا اور نہ کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جوان تندرست لوگوں کو روزہ نہ رکھنے اور اس کے بدلے ایک مسکین آدمی کو روٹی کھلا دینے کا حکم دیا اور اس پر آنحضرت ﷺ کے زمانے سے زمانہ صحابہ یا تابعین یا ان کے بعد آج تک کسی فرقہ یا کسی مسلمان کا عمل رہا۔ اب رہی کتاب اللہ اس میں بھی کوئی ایسی بات قطعی الدلالة واضح المراد پائی نہیں جاتی۔ جس سے صاف و صریح طور پر ان لوگوں کے لیے روزہ نہ رکھنے اور اس کے بدلے فدیہ دینے کی اجازت نکلتی ہو۔

اہل نیچر جو اس حکم صیام کی ترمیم کے درپے ہیں وہ اس حکم سے جوان و تندرست لوگوں کے مخصوص و مستثنیٰ ہونے پر ایک دلیل نقلی آیت ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ﴾ پیش کرتے ہیں۔ دوسری دلیل عقلی و نیچری۔

نقلی دلیل:

نقلی دلیل کی وہ تقریر کرتے ہیں کہ اس آیت میں جو لفظ يطيقون وارد ہے اس کے معنی (چنانچہ بعض علماء سے تفسیر کبیر میں منقول ہیں) مشقت و تکلیف سے کام کرنے کے ہیں کیونکہ لفظ وسع و طاقت و دلالت جدا گانہ ہیں۔ وسع اس شخص کی نسبت بولا جاتا ہے جو کسی کام کے کرنے پر بہ سہولت و آسانی قادر ہو۔ طاقت اس شخص کی نسبت بولا

۱ اگرچہ نصوص قرآن جو در باب صیام وارد ہیں عموماً ہیں۔ اور عام قطعی الدلالة نہیں ہوتا۔ اور احادیث نبویہ جو اس باب میں منقول ہوئی ہیں وہ اخبار احاد ہیں۔ اور اخبار احاد بھی نقلی ہوتی ہیں۔ لیکن تعال و توارث امت نے (جس کا قطعی ہونا اصل سوم میں بیان ہوا ہے) ان عموماً کو قطعی بنادیا اور یقیناً بنادیا ہے کہ ان عموماً سے باستثناء مریض وغیرہ کے (جن کا مستثنیٰ ہونا صریح کتاب و سنت سے ثابت ہے) سبھی افراد مراد ہیں۔ اور احادیث مذکورہ اگر بلحاظ خصوص طرق و الفاظ اخبار احاد ہیں مگر بنظر معنی و قدر مشترک متواتر ہیں۔ یہی تعال و توارث امت ان کے تواتر معنوی پر دلیل ہے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ اولہ قطعی ہیں اور فرضیت صیام پر قطعی و یقینی طور پر دلالت کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دین اسلام میں نماز روزہ وغیرہ احکام کو قطعی مانا جاتا ہے اور ان کے منکر کو کافر کہا جاتا ہے باوجودیکہ نصوص قرآنیہ جو ان احکام میں وارد ہیں عموماً ہیں اور احادیث نبویہ لفظ احاد۔

جاتا ہے جو کسی کام کے کرنے پر تکلیف اٹھا کر اور بمشکل قادر ہو پس بلحاظ لفظ یطیقون آیت کے معنی ہوئے کہ جو لوگ سختی و تکلیف اٹھا کر روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں ان کو اجازت ہے کہ روزہ کے بدلے فدیہ دے دیں اور قراءات شاذہ یطیقونہ وغیرہ جن کے معنی یلکفونہ کے ہیں نیز اسی معنی کے موید ہیں۔

عقلی دلیل:

ان حضرات کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام انسان بڑھے ہوں خواہ جوان باعتبار خلقت اور موسم اور ملک کے مختلف ہوتے ہیں۔ بہت جوان روزہ رکھنے میں تکلیف پاتے ہیں۔ بعض بڑھے روزہ کی تکلیف کو کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ پھر وہی لوگ جو ایک موسم میں روزہ رکھنے میں تکلیف نہیں پاتے دوسرے موسم میں نہایت تکلیف اٹھاتے ہیں ایک ملک کے لوگ جب کہ دن معتدل مقدار کا ہوتا ہے۔ آسانی سے روزہ رکھ سکتے ہیں اور جب دن بڑا ہوتا ہے روزہ میں نہایت تکلیف اٹھاتے ہیں بلکہ بعض ملکوں میں کبھی اتنا بڑا دن ہوتا ہے کہ اس میں روزہ رکھنا طاقت انسانی سے خارج ہے۔ جیسے ارض تسعین جس میں چھ مہینے کا دن ہوتا ہے اور ارض ستین جہاں بعض ایام میں دن ڈوبتے ہی آفتاب نکل آتا ہے۔ پس بلحاظ ان حالات و اختلافات کے ہر شخص کو ہر ملک و ہر موسم میں روزہ رکھنے کا حکم دے دینا نامناسب و نیچر انسانی کے مخالف ہے اس لیے ضرور ہوا کہ آیت کے وہ معنی کیے جائیں جو نیچر انسانی کے مطابق ہیں کہ جو لوگ روزہ رکھنے میں تکلیف اٹھائیں وہ روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔

جواب:

مگر ہمارے خیال میں یہ دونوں دلیلیں ان کی نا تمام و ناقابل استدلال ہیں قطعی ہونا تو کہاں! نقلی دلیل اس لیے نا تمام و ناقابل استدلال ہے کہ وہ کئی معنوں اور وجوہات کا احتمال رکھتی ہے۔ اور اصل دوم میں بیان ہو چکا ہے کہ جو دلیل کئی معنی کا احتمال رکھے وہ لائق استدلال نہیں ہوتی۔ وہ احتمالات معانی و وجوہات بہ تفصیل ذیل ہیں۔

۱: لفظ یطیقونہ کے لفظی معنی دو طرح کے ہو سکتے ہیں ایک وہ جو

آپ نے بیان کیے ہیں کہ جو لوگ بتکلیف سختی روزہ رکھیں۔ یہ معنی طاقت کے مغایر وسعت قرار دینے پر موقوف ہیں۔ دوسرے یہ کہ ”جو لوگ بلا تکلیف روزہ رکھ سکیں“ یہ معنی طاقت کو بمعنی وسعت قرار دے کر کیے جاتے ہیں۔

جمہور علماء حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ و حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ آیت کے یہی معنی سمجھ کر اس آیت کو منسوخ بتاتے ہیں:

عن سلمة بن الاکوع قال لما نزلت و علی الذین یطیقونہ فدیة طعام مسکین ، کان من اراد ان یفطر ویفتدی حتی نزلت الاية التی بعدها ففسختها .

وعن ابن عمر انه قرأ آية فدیة طعام مسکین قال هی منسوخة . (صحیح بخاری)

صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت سلمہ بن الاکوع سے مروی ہے کہ جب آیت و علی الذین یطیقونہ نازل ہوئی تو جو کوئی چاہتا افطار کرتا اور فدیہ دیتا جہاں تک کہ وہ آیت جو اس کے بعد ہے نازل ہوئی اور اس آیت کو منسوخ کیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے آیت فدیہ پڑھی تو فرمایا کہ یہ منسوخ ہے۔

تفسیر معالم میں ہے:

اختلف العلماء فی تاویل هذه الاية وحکمها فذهب اکثرهم الى ان هذه الاية منسوخة وهو قول ابن عمر وسلمة بن الاکوع وغیرهما۔ ذلك انهم كانوا فی ابتداء الاسلام مخیرین بین ان یصوموا و بین ان یفطروا ویفتدوا خیرهم لئلا یشق علیهم لانهم كانوا لم یعودوا الصوم ثم نسخ التخییر ونزلت العزیمۃ بقوله فمن شهد منکم الشهر فلیصمه . (معالم)

ذلك و اوجب الصوم مضيقا معينا .

(تفسیر کبیر: ۱۷۷/۲)

”اکثر مفسرین کا یہی قول ہے کہ علی الذین یطیقونہ سے اچھا بھلا مقیم آدمی مراد ہے خدا نے پہلے اس کو ان دوا مروں میں اختیار دیا تھا پھر اس کو منسوخ کیا اور باعین روزہ کو واجب کر دیا۔“

ایسا ہی تفسیر فتح البیان، بیضاوی، جلالین وغیرہ روئے زمین کی تفاسیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ و جمہور علماء کا قول منقول ہے۔ جس میں صاف مذکور ہے کہ اس آیت میں ہر کسی کو بلا قید مشقت و تکلیف روزہ نہ رکھنے کا اختیار دیا گیا تھا جو بعد میں بحکم آیت فمن شهد منكم الشهر فليصمه منسوخ ہوا۔ پس جب تک اہل نیچر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ میں کسی اور دلیل کی شہادت سے یہ فیصلہ نہ ہو لے کہ آیت کے معنی وہی مراد ہیں جو اہل نیچر بیان کرتے ہیں نہ وہ معنی جو حضرت ابن عمر وغیرہ کہتے ہیں، اہل نیچر کا استدلال اس سے صحیح نہیں ہے۔ (باقی آئندہ)

”اس آیت کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے اکثر اس کے قائل ہیں کہ یہ منسوخ ہے یہی قول ہے ابن عمر و سلمہ بن اکوع وغیرہ کا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ لوگ ابتدائے اسلام میں اختیار دیے گئے تھے کہ روزہ رکھیں خواہ افطار کریں۔ اور روزہ کے بدلے فدیہ دیں خدا نے ان کو اس لیے اختیار دیا تھا کہ حکم روزہ رکھنے کا ان کو نار معلوم نہ ہو کیونکہ وہ روزہ کے عادی نہ تھے۔ پھر یہ اختیار منسوخ ہوا اور حکم روزہ پختہ طور پر نازل ہوا اس آیت سے جو اس کے بعد ہے۔ فمن شهد منكم الشهر فليصمه یعنی جو ماہ رمضان میں حاضر ہو وہ روزہ ہی رکھے۔“

تفسیر کبیر میں ہے:

القول الثانی وهو قول اکثر المفسرین ان المراد من قوله وعلى الذين يطيقونه المقيم الصحيح فخيره الله اولاً بين هذين ثم نسخ

## اشاعت خاص: اسلام اور سیاسیات

- اجتماعیت کے جدید تقاضے اور اسلام کا عادلانہ نظام
- جمہوریت سے تعامل کی شرعی حیثیت
- جمہوری اسلامی فکر و عمل کے نتائج کا جائزہ
- اسلامی سیاسی نظام؛ استشرافی استعماریت کی نظر میں
- جمہوریت؛ اقبالؒ کی نگاہ میں

سہ ماہی مجلہ  
نظریات  
لاہور

مدیر حافظ طاہر اسلام سکری  
(0321-8654067)

فی شمارہ: 90 روپے اشاعت خاص: 100 روپے سالانہ: 350 روپے

شمارہ اول پہلے اہل علم کے قارئین

- تحقیقی مجلات میں قابل قدر اضافہ ہے۔ (ڈاکٹر سہیل حسن، نائب مدیر عام، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد)
- خالص علمی اور فکری مجلہ ہے؛ اس کے اغراض و مقاصد سے مکمل اتفاق ہے۔ (مولانا محمد خالد سیف، سابق محقق، اسلامی نظریاتی کونسل)
- بہت اچھا، معیاری اور خوب صورت رسالہ ہے۔ (ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، سابق صدر، شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی)
- اردو کے دینی رسائل میں ایک اہم اضافہ ہے۔ (حافظ محمد ادریس، نائب امیر، جماعت اسلامی پاکستان)
- مجلہ فکری جہاد کا علم بردار اور باطل افکار و نظریات کو قلع قمع کرنے کا عزم رکھتا ہے۔ (حافظ عاطف وحید ابن ڈاکٹر اسرار احمد)

رابطہ: طبیب بن خالد (منیجر) سہ ماہی نظریات گلی نمبر 1، سلمان پارک، پیپک سٹاپ، 17 کلومیٹر فیروز پور روڈ، لاہور فون: 0321-4548529



## فاتح، مجاہد سیدنا عثمان بن ابوالعاص ثقفی رضی اللہ عنہ

محمد اشرف جاوید فیصل آبادی

عظیم محدث، مفکر اور فاتح کا ذکر خیر کیا گیا ہے۔ جس کا نام عثمان بن ابوالعاص بن بشر بن عبد ثقفی ہے۔ ہم نے اختصار کے ساتھ ان کا تعارف پیش کیا ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ بنو ثقیف کا محاصرہ ترک کر کے واپس آئے تو آپ سے ان کے بارے میں بددعا کرنے کی درخواست کی گئی تو آپ ﷺ نے ان کے حق میں رشد و ہدایت کی دعا کی۔

(سیرت النبی ابن کثیر: ۹۲۵/۲ مترجم)  
مکہ سے مشرق میں بارہ فرسخ پر حجاز کا مشہور شہر طائف ہے جو جبل عزوان پر ایک وادی کے کنارے آباد ہے۔ قدیم جاہلی آبادی اسے قدیم زمانہ میں وج کے نام سے یاد کرتی ہے۔ جب اس کے گرد حصار اور فصیل بنادی گئی تو اسے طائف کہنے لگے اور یہی بلاد ثقیف کہلاتا ہے جہاں قبیلہ بنو ثقیف کے علاوہ حمیر اور قریش کے دیگر قبائل بھی آباد تھے۔ (فتوح البلدان مترجم حیدر آباد کن ص: ۸۷)

بنو ثقیف سے پہلے یہاں قبیلہ عدوان کی آبادی تھی۔ اس میں ایک سردار عامر بن ظرف عدوانی گزرا ہے اس کے زمانہ میں یہاں بنو ثقیف کی آبادی شروع ہوئی۔ (عظمت رفتہ ص: ۹۲)

پھر وہ ترقی کر کے ادھر ادھر کی زمینوں پر مالک ہو گئے۔ شاندار اور خوشحال زندگی سے دوسرے حسد کی آگ میں جل اٹھے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ ان کی خوشحال زندگی اور فارغ البالی عرب میں مشہور تھی۔ متعدد قبائل نے مختلف اوقاف میں ان پر حملہ کیا اور طائف پر قبضہ کرنا چاہا مگر ناکام واپس ہوئے۔ عہد اسلام تک طائف کے بنو ثقیف اپنی شان دار اور روایتی زندگی کے مالک بنے رہے۔

(معجم البلدان: ۳۱/۴ بحوالہ اسلامی عہد کی عظمت رفتہ ص: ۱۳)

دین اسلام نے جو اخوت و محبت کا بیج بویا اس کے اثرات و ثمرات آج تک نشوونما پا رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے حسن سلوک سے سنگ دل انسان بھی پانی کی طرح ہو جاتا تھا۔ قرآن مجید نے آپ کے اوصاف کو ذکر کیا ہے کہ اگر آپ سخت گیر ہوتے تو لوگ آپ کے گرد جمع نہ ہوتے۔

آپ کی عادت مبارک تھی جس طرح کا انسان ہوتا اس کے مطابق آپ اس سے سلوک کرتے۔ اگر پڑھا لکھا ہوتا تو کلامِ بلیغ و فصیح سے متکلم ہوتے۔ اگر دیہاتی ہوتا تو عام فہم زبان سے اسلام کی دعوت دیتے۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپ نے تکالیف و مصائب کو برداشت کیا مگر کسی کے لیے بددعا نہ کی۔ جب بنو ثقیف کا محاصرہ کیے رکھا پھر اٹھایا آپ ﷺ سے ان کے بارے میں بددعا کی لوگوں نے درخواست کی مگر رحمت کائنات نے ان کے لیے دعائے خیر کی بلکہ اس سے قبل جب اہل طائف نے آپ کو خون سے لت پت کر دیا تھا اس وقت بھی رحمت للعالمین نے دعائی کی تھی۔

بنو ثقیف کا وفد حاضر خدمت ہوا اور اسلام لایا جیسے آپ آگے پڑھیں گے۔ آپ نے ان سے جس قدر حسن سلوک روا رکھا وہ تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ بنو ثقیف کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حاضر تھی (یعنی خدمت گزار) اور رسول اللہ کی پیاری بیٹی سیدہ زینب ہجرت کے وقت اسی خاندان میں تھیں۔ بلکہ پاک وہند میں اسلام کی روشنی محمد بن قاسم کی وجہ سے آئی۔

محمد بن قاسم کی وجہ سے اہل ہند کی طرف محدثین کرام کی آمد ہوئی جس سے صحیح اسلام ہم تک پہنچا۔ اس مضمون میں اسی خاندان کے ایک



تین دفعہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھا اور تین دفعہ اپنی بائیں طرف تھوک دے۔ اس عمل سے اللہ تعالیٰ نے اس وسوسے کو مجھ سے دور کر دیا۔ (صحیح مسلم بحوالہ سیرت النبی: ۳۳۵/۲)

سیدنا عثمان بن ابوالعاص سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مجھے اتنا درد شدید ہونے لگا کہ رسول اللہ ﷺ میری عیادت کو تشریف لائے۔ اور میرا حال دیکھ کر فرمایا تم درد کی جگہ اپنا داہنا ہاتھ رکھ کر بسم اللہ تین دفعہ پھر سات مرتبہ یہ دعا پڑھو:

أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللَّهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ .

آپ کے فرمان کے مطابق میں نے عمل کیا تو درد جاتا رہا۔ (صحیح مسلم، کتاب الرقی)

امارت:

جب نبی کریم ﷺ نے ان کو امیر مقرر کیا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میری نظر میں یہ کم سن لڑکا اسلامی مسائل کے سمجھنے اور قرآن مجید کے پڑھنے میں سب سے زیادہ حریص ہے اور کہا: رسول اللہ ﷺ سے قرآن مجید پڑھتا۔ اگر رسول اللہ ﷺ میں ہوتے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلا جاتا۔ اس کی یہی عادت و حالت رہی۔ حتیٰ کہ وہ اسلامی مسائل میں فقیہ بن گیا اور رسول اللہ ﷺ کو بھی اس شغف تھا۔

(سیرت النبی: ۱۳۵/۲، ۲۳۵)

رسول اللہ ﷺ ہر روز عشاء کے بعد ان کے پاس تشریف لاتے اور مکہ کے مصائب کا ذکر کرتے۔ (سیرت النبی: ۲۳۳/۲)

اساتذہ کرام وتلامذہ:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے سعید بن مسیب، نافع بن جبر، یزید، مطرف اور موسیٰ بن طلحہ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے اساتذہ کرام میں امام الانبیاء ﷺ اور خلیفہ اول ابوبکر رضی اللہ عنہ نمایاں تھے۔

اور ان کے شاگرد رشید امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے ان کو یوں خراج تحسین پیش کیا:

ما رأینا افضل منه .

سیدنا رسول اللہ ﷺ نے نبوت کے ابتدائی دور میں طائف کی طرف سفر کیا ان کو دعوت اسلام دی مگر ان کا سلوک قابلِ مذمت تھا لیکن آپ جناب ﷺ نے ان کے لیے دعا کی جس کی بدولت یہ لوگ کچھ مدت بعد داخل اسلام ہوئے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ۹ ہجری کو ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لایا ان میں عثمان بن ابی العاص بھی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی عقل مندی اور دین اسلام کے حریص ہونے کی وجہ سے ان پر امیر مقرر کیا۔ اگرچہ وہ عمر میں کم سن تھے۔

(سیر اعلام النبلاء: ۲۷۳/۲)

سیدنا عثمان معاملہ فہمی اور دور اندیشی، دین داری، علم حکمت اور تقویٰ و طہارت میں جامع الاوصاف و کمالات تھے۔ زبان رسالت ﷺ سے ان کو یہ تحفہ عنایت ہوا کہ وہ عقل مند ہیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اسلام فہمی اور تعلیم قرآن میں ممتاز ہونے کی سند عطا کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن ابی العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: تم اپنی قوم کی امامت کرو۔ انھوں نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول! میں اپنے دل میں کچھ پاتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس آ (نزدیک) اور مجھے اپنے سامنے بٹھایا پھر اپنی ہتھیلی مبارک میرے سینے پر رکھی اس کے بعد اپنی ہتھیلی میری کمر پر موٹھوں (کندھے) کے درمیان رکھی اس کے بعد فرمایا جا اپنی قوم کی امامت کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو قوم کی امامت کرے وہ ہلکی نماز پڑھائے اس لیے کہ لوگوں میں بوڑھے، بیمار، ناتواں، کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ البتہ جب اکیلا پڑھے تو جس طرح چاہے پڑھے۔ (صحیح مسلم: ۹۶/۲، سیرت النبی ابن کثیر: ۲۳۵/۲)

ایک دفعہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! شیطان میری نماز و قراءت کے درمیان حائل ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ضرب شیطان ہے۔ جب تو محسوس کرے تو

”ہم نے عثمان سے بڑھ کر افضل انسان نہیں دیکھا۔“

امام ابن حزم نے یوں لکھا:

عثمان فہو من خیار الصحابہ .

عثمان بہترین صحابہ کرام میں سے تھے۔

(سیر اعلام: ۵۷۳/۲، عظمت رفتہ: ۳۵)

### امامت:

عہد رسالت میں امامت ایک اہم عہدہ تھا۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے جب عثمان مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو امیر نام زد کیا۔ وہ ان سب سے کم سن تھے۔ دوسرے مقام پر لکھا ہے وفد میں کل پندرہ افراد شامل تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا کہ قرآن مجید سن سکیں۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: سود، زنا، شراب سب حرام ہیں اور فرمایا: اپنے بت کو مسمار کر دیں تو انھوں نے کہا اگر اس بت کو معلوم ہو جائے کہ آپ مسمار کرنا چاہتے ہیں تو سارے شہر کو تباہ کر دے گا۔

یہ سن کر سیدنا فاروق اعظم رحمہ اللہ نے کہا: افسوس ہے تم پر تو کس قدر نادان ہے۔ یہ شخص ایک بت ہے۔ انھوں نے کہا: اے ابن خطاب ہم آپ سے بات نہیں کر رہے پھر انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ خود ہی مسمار کر دیں ہم تو اس کو ہاتھ بھی لگانے کو تیار نہیں۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ لوگوں کو بھیج کر اس ذمہ داری سے تمہیں سبکدوش کر دوں گا۔ چنانچہ انھوں نے اس بات کا وثیقہ لکھوا لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا مغیرہ بن شعبہ، سیدنا خالد بن ولید، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ جب لات کو مسمار کرنے کا عزم کیا تو ثقیف کے مردوزن، بچے یہاں تک کہ کنواری لڑکیاں بھی گھروں سے باہر نکل کر ان کے گرد جمع ہو گئیں اور ثقیف کے عوام کا یہ خیال نہ تھا کہ یہ بت مسمار ہو سکے گا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کدال کی ضرب سے بت کو پاش پاش کر دیا حتیٰ کہ اس کی دیواروں کو ریزہ ریزہ کر دیا اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور تمام جگہ کو پیوند خاک کر دیا۔ مجاوروں کا خیال تھا وہ

غضب ناک ہو کر ان کو زمین میں دھنسا کر غرق کر دے گا الحمد للہ سب کچھ ہو گیا۔ مسلمانوں کا کچھ بھی نہ بگڑا۔

(سیرت النبی ابن کثیر: ۵۳۵/۲)

ان کی روایات مسلم اور سنن میں موجود ہیں۔ امام نووی نے ان کی تعداد نو لکھی ہے۔ تین مسلم میں باقی دیگر سنن میں۔ (تہذیب: ۱۲۳/۱)

عثمان بن ابی العاص بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک خط کے ذریعے طائف کا عامل مقرر کیا۔ (سیرت النبی: ۱۳۵/۲)

### عہد صدیقی:

عہد صدیقی میں اسلامی اور ملکی امور کے سلسلے میں مدینہ آنا جانا ہوا اور عہد فاروقی میں اپنے عہدے پر رہ کر خدمات بحسن و خوبی انجام دیتے رہے اور چھ سال تک عہد عثمانی میں بھی اپنے منصب پر رہے۔

(اصابہ: ۶۴/۳، سیرت النبی: ۳۳۵/۲، عظمت رفتہ: ۱۵۶/۲۵)

بنو ثقیف کے نامی گرامی عمر رسیدہ افراد کی موجودگی میں طائف کے امیر و حاکم رہے۔ قوم ان کی امارت کو قبول کیا ان کے ایک حملے نے ارتداد کے طوفان کے سامنے آہنی دیوار کھڑی کر دی۔ عہد صدیقی میں انھوں نے اسلام کی شان دار خدمات سر انجام دیں۔ اور جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک قابل امیر کی ضرورت پڑی تو صحابہ میں متفقہ طور پر ان کا نام لیا گیا اور آپ نے اپنی زندگی تقریباً پندرہ سال بحرین، عمان کی امارت میں بسر کر کے نہ صرف ان دونوں صوبوں (آج کل یہ دونوں ملک ہیں) کے بگڑے ہوئے حالات کو درس کیا بلکہ ایران اور ہندوستان میں اسلامی فتوحات کا دروازہ کھولا اور دونوں ملکوں کے مختلف بلاد و امصار فتح کیے۔ الغرض آپ ایک کامیاب حاکم و فاتح مجاہد تھے۔ (عظمت رفتہ: ۴۵)

### افکار:

امام ابن عبدالبر نے ان کے اس قول کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ شادی کرنے والا گویا ایک پودا لگانے والا باغبان ہے۔ اس لیے اس کو چاہیے کہ غور و فکر، دیکھ بھال کرے کہ وہ پودا کہاں لگا رہا ہے کیونکہ ایک مدت بعد اس کا اثر تو ضرور ظاہر ہو کر رہے گا۔ اس جملہ

تھے۔ (سیر اعلام: ۷۳/۲، کتاب الاموال: ۳۰۱، عظمت رفتہ: ص: ۵۵)  
یہ ہے رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت پر  
دینی اثر۔ اللہ کرے ہم بھی اپنی زندگی کو دین اسلام کے اصولوں کے  
مطابق ڈھال لیں۔

جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ ثالث کو بلوایوں نے گھیرا  
تو جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا میں آپ کا  
ساتھ دیتا ہوں۔ بلوایوں سے جنگ کرنی چاہیے مگر حضرت عثمان بن  
عفان رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کر دیا تو حضرت عثمان بن ابی العاص نے  
بصرہ جانے کی اجازت چاہی اور اجازت پر بصرہ چلے گئے۔

(انسب الاشراف: ۷۲/۵، عظمت رفتہ: ص: ۵۳)

پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے لڑکوں بھائیوں کو لے کر شط عثمان میں  
زندگی کے باقی ایام نہایت عزت و احترام و وسعت و فراخی سے بسر  
کیے۔ آپ بہت مال دار اور صاحب زمین تھے۔ بارہ ہزار بیگھر زمین  
بصرہ میں لی تھی جو شط عثمان کے نام سے مشہور تھی۔

مسجد نبوی:

حضرت عثمان کا ایک مکان مسجد نبوی کے متصل تھا۔ جب سیدنا  
عثمان غنی اپنے دور خلافت میں مسجد نبوی کی توسیع کی تو عثمان ثقفی کا  
مکان اسی میں لے لیا۔ ان کے بدلے بصرہ میں ان کو مزید زمین دے  
دی گئی۔ (فتوح البلدان مترجم، عظمت رفتہ: ص: ۵۲)

اولاد:

حضرت عثمان بن ابی العاص کی دو بیویاں تھیں:

۱: ریحانہ بنت ابوالعاص بن امیہ: ان کے لطن سے محمد بن عثمان پیدا  
ہوئے اس کی تصریح امام ابن حزم نے کی ہے۔  
مشہور محدث عبدالوہاب بن عبد المجید ثقفی ان ہی کی اولاد میں  
سے تھے۔

۲: خالدہ بنت ابولہب: حضرت عثمان کی اولاد میں محمد کے علاوہ  
عبداللہ، ام عبداللہ لڑکی کے نام ملتے ہیں۔

محمد کی ماں کے نام کی تو وضاحت موجود ہے باقی اولاد کی تفصیل

سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ انسانی زندگی کی نزاکتوں پر کس قدر گہری  
نظر رکھتے تھے۔ کیونکہ اس کا اثر اولاد پر ہوتا ہے۔

(اصابہ ترجمہ عثمان، بحوالہ عظمت رفتہ: ص: ۴۵)

غزوہ اصطر اور سیدنا عثمان کا خطاب:

سیدنا عثمان نے غزوہ اصطر کے موقع پر اسلامی لشکر کو یوں خطاب  
فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے نیکی کا معاملہ کرنا چاہتا ہے تو اسے  
برائی سے روکتا ہے اور اس میں امانت داری کی کثرت کر دیتا ہے۔ تم  
لوگ امانت کا بہت زیادہ خیال کرو۔ کیونکہ تمھاری دینی خرابی کی ابتدا  
تمھارا امانت کو ضائع کرنا ہوگا۔ جب تم امانت میں خیانت کرو گے تو  
روزانہ تمھارے معاملات میں نیا نیا نقصان و فقدان ہوگا۔

(طبری: ۳/۳۳۳)

مسلمان قوم کا عروج و زوال کا معیار اور مشعل راہ ایمان و امانت کا  
باہمی تعلق ہے۔ (عظمت رفتہ: ص: ۵۵)

ایک مرتبہ جناب عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے کہا آپ حضرات  
ہم لوگوں سے بہت آگے ہیں۔ صدقات، خیرات، نیکی کے امور  
کرتے ہیں۔ غرباء، مساکین کو نوازتے ہیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے  
فرمایا: اچھا تم لوگ ہماری دولت پر رشک کرتے ہو۔ اس نے کہا: ہاں۔  
آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔  
ایک درہم جسے تم میں سے کوئی شخص یوں خرچ کرتا ہے کہ اپنی محنت  
و مشقت کی کمائی سے نکال کر اپنی جائز ضرورت میں سے خرچ کرتا ہے  
وہ ایک درہم میرے نزدیک ان دس ہزار درہموں سے بہتر ہے جن کو  
ہم مال داروں میں کوئی شخص خرچ کرتا ہے۔

(کتاب الاموال: ۳۵۴، کتاب الزہد: ۲۶۶، عظمت رفتہ: ص: ۵۶)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ اپنے غلاموں کو تجارت  
کے لیے بھیجا جب وہ واپس آئے تو آپ نے ان سے سوال کیا ان کا  
جواب تھا ہم نے شراب کی تجارت کی تو بہت نفع ہوا۔

آپ نے فرمایا: ہم کو اس کی بیع اور اسے پینے سے آنحضرت ﷺ  
نے منع کر دیا تھا۔ پھر آپ منکوں کے ڈھکن کھول کر شراب کو بہار ہے

کے معاملات و مسائل و تجربات حاصل کیے۔ (عظمت رفتہ ص: ۶۰، ۶۱) فائقین ہند:

حضرت عثمان بن ابوالعاص، حکم بن ابوالعاص، مغیرہ بن ابوالعاص ان تینوں بھائیوں نے سرزمین عجم میں جہاد کیا اور علاقے کے علاقے فتح کیے، مثلاً: ایران، سندھ، خوارزم، ساہورہ حضرت عثمان کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ وہاں آپ نے ایک مسجد بھی تعمیر کی۔

(شذرات الذہب: ۳۶/۱)

نہیں ملتی۔ قرین قیاس یہی ہے کہ باقی اولاد خالدہ کے لطن سے تھی۔ عبداللہ بن عثمان بن ابوالعاص ثقفی نے بصرہ میں مستقل قیام کے بعد انھوں نے سب سے پہلے حجام بنوایا تھا۔ جس کا نام عبداللہ بن عثمان تھا۔ یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک باغ کے قریب غیر آباد جگہ پر تھا اس کے قریب قصر عیسیٰ بن جعفر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اولاد کو بڑا خوش قسمت بنایا۔ ان کے لڑکے اسلامی جہاد میں شریک ہوئے۔ باپ کے ساتھ زندگی

### بقیہ: اربعین اعتقادی

- ۸: دین اسلام جان و مال کے تحفظ کا ضامن ہے یعنی یہ امن و سلامتی کا پیام رساں ہے۔
- ۹: حدود و قصاص اسلام کا حق ہے اس سے معاشرے میں امن قائم ہوتا ہے۔
- ۱۰: مخفی امور اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں ہم ظاہر کو دیکھ کر حکم لگانے کے پابند ہیں۔ اس حدیث میں ظاہری اعمال کو قبول کرنے اور ظاہر کے مطابق حکم لگانے کی واضح دلیل ہے۔
- ۱۱: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل بدعت جو توحید کے اقرار اور بظاہر شریعت کے پابند ہیں ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ (فتح الباری: ۱۰۴/۱)
- ۱۲: اس حدیث میں مرجعہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان اعمال کا محتاج نہیں۔
- ۱۳: اس حدیث میں تنبیہ ہے کہ اعمال کا تعلق ایمان سے ہے۔ (مرعاۃ: ۶۰/۱)

### بقیہ: تزکیہ نفس اور رمضان

میں لگے رہے۔ دن رات بس یہی دھن ہے کہ معیار زندگی کو بلند کر لیں۔ زیادہ سے زیادہ دولت سمیٹ لیں تاکہ ہو جائے۔ دوسرے انسانوں سے برتر ہو جائیں۔ لیکن اسی کوشش میں آخرت کو بھلا بیٹھے جو کہ ابدی زندگی ہے اور جس میں خیر و بہتری ہے۔ اس میں خیر بھی ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی بھی ہے۔

آخر میں فرمایا مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ یہ سورۃ یعنی سورۃ الاعلیٰ پہلے صحیفوں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحف میں درج تھی اور بعض نے یہ فرمایا ہے کہ صرف قداح سے اقی تک کے الفاظ ان کتابوں میں درج تھے۔

اپنی یادداشت کے مطابق یہ چند الفاظ کاغذ پر منتقل کر دیے ہیں۔ ان کی زبان کا اثر اور ان کے الفاظ کی تاثیر کہاں سے لاؤں۔ کچھ یاد رہ گیا وہ لکھ دیا ہے اس میں بھی الفاظ زیادہ میرے ہیں۔

آخر میں آپ نے حافظ یوسف صاحب کے لیے دعا کی اور انھوں نے جو مکان وقف کیا تھا اس کی تحسین کرتے ہوئے لوگوں کو ان کے اس عمل کی پیروی کی تلقین کی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کو سمجھے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے، آمین۔ والحمد للہ

## شریعت پر عمل کرنے میں اختلافِ طبائع رکاوٹ نہیں

موہب الرحیم

کہ شریعت نے ان بدعتوں کا حکم بالکل بھی نہیں دیا ہوتا۔ مجرد ہوئی کی اتباع ہوتی ہے جو مذموم ہے، بلکہ مذموم ترین ہے۔ متعدد مقامات پر ہوئی کی پیروی کی مذمت وارد ہوئی ہے:

﴿إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ﴾ [النجم: ۲۳]

یعنی وہ تو گمان اور خواہش نفس کے پیروکار ہیں۔

﴿وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ﴾ [الشوری: ۱۵]

”اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔“

﴿وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [الحائثہ: ۱۸]

”اور ان کی خواہشات کے پیچھے نہ لگیں جو ایمان نہیں لاتے۔“

جب کہ خواہشات کی پیروی نہ کرنے والے کی بابت فرمایا:

﴿وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنْابَ إِلَيَّ﴾ [لقمان: ۱۵]

”اس کے راستے کی پیروی کیجیے جس نے میری طرف رجوع کیا۔“

﴿فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا﴾ [النساء: ۱۳۵]

”پس خواہش کی پیروی نہ کرو مبادا کہ عدل سے ہٹ جاؤ۔“

﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ﴾ [الحائثہ: ۲۳]

”کیا آپ نے اس کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشات کو

معبود بنالیا ہے۔“

﴿فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا يُتَّبَعُونَ

أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ

اللَّهِ﴾ [القصص: ۵۰]

”پس اگر وہ آپ کی بات کا جواب نہ دیں تو جان لو کہ وہ اپنی

خواہشات کے پیچھے لگے ہیں اور اس سے زیادہ گمراہ کون

ہے جو اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کے پیچھے لگتا ہے۔“

ایک شخص دینی غیرت کے نام پر اتنا غلو کرتا ہے کہ جس قسم کے لوگوں کی تکفیر شریعت نے نہیں کی ان کو بھی دائرہ کفر میں پہنچا دیتا ہے، کبیرہ گناہ کے مرتکب کو کافر سمجھتا ہے، اور اس کے برخلاف دوسرا شخص گستاخ رسول کے قتل کو بھی غلط سمجھتا ہے، کافروں کے متعلق یہ بہانہ بنا کر کہ شریعت نرمی کا حکم دیتی ہے ان کے خلاف جہاد سے روکتا ہے، سمجھتا ہے کہ ذمی اور مسلمان کے حقوق میں کوئی فرق نہیں۔ یہ بھی انسان اور وہ بھی انسان۔ حالانکہ افراد کی ذاتی خواہشات ہوتی ہیں۔ مسلمان کی خواہشات کا رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے تابع ہونا لازمی ہے۔ جس رافت کی طرف رسول اللہ ﷺ نے راہنمائی نہیں کی وہ فضول ہے، جو رافت، رحمت، اخلاقی قدر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ٹکراتی ہے وہ فاسد ہے، جو غیرت شریعت کے احکامات سے میل نہیں کھاتی اس کی ضرورت نہیں بلکہ وہ دین میں ممنوع غلو میں سے ہے، یہ بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

(( لَا يُوْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا

جئت به )) (السنة لابن أبي عاصم: ۱۵)

”تم میں سے کوئی تب تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی

خواہشات اس چیز کے تابع نہ ہو جائیں جو میں لے کر آیا ہوں۔“

ہوئی وہ ہے جو انسان خواہش کرتا ہے، اور انسان خواہش وہی کرتا

ہے جو اس کے نفس ادعا کے تحت ہو یا جس میں اس کی نفسی طبیعت کے

لیے کوئی فائدہ ہو اور نفس عموماً برائی کا حکم دیتا ہے اور برائی وہ ہے جو

شریعت کے خلاف ہو، جس میں رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ہو۔ اہل

البدع کو بھی اہل الہوی یا اہل الہواء اسی لیے کہتے ہیں کیونکہ ان کے

نفس وہی چاہتے ہیں جس کا اظہار ان کی بدعتوں سے ہوتا ہے، جب



ابوزر رضی اللہ عنہ کو بلایا، ابوزر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: میں کبھی بھی اپنی بات نہیں چھوڑوں گا۔

تفصیل کے لیے دیکھیے (طبری: ۶۷۳/۵، صحیح بخاری: ۱۴۰۶ وغیرہما)۔

سیدنا ابوزر رضی اللہ عنہ مال جمع کرنے کو کنز سمجھتے تھے۔ جب کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کہتے:

ما ادیت زکاتہ فلیس بکنز .

”جس مال کی زکاۃ دے دی جائے وہ کنز نہیں۔“

جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ اور مفسرین نے صحیح اسناد سے عبداللہ بن عمر سے بیان کیا ہے، اگرچہ ابوزر رضی اللہ عنہ کا ذاتی عمل اور حال افضل تھا۔ سیدنا ابوزر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابن العربی نے ”العواصم من القواصم“ میں لکھا ہے:

من کان علی طریقۃ أبی ذر فحالہ یقتضی أن ینفرد بنفسه ، أو یخالط ویسلم لكل أحد حاله مما لیس بحرام فی الشریعة ، فخرج إلى الرینة زاهدا فاضلا ، وترك جلة فضلاء ، وکل علی خیر وبرکة وفضل وحال أبی ذر أفضل ولا تمکن لجميع الخلق فلو کانوا علیها لهلکوا فسیحان مرتب المنازل .

(العواصم من القواصم، ص: ۷۴، ۷۵)

”جو ابوزر رضی اللہ عنہ کے طریقے پر ہو اس کا حال تقاضا کرتا ہے کہ الگ ہو جائے یا لوگوں سے اس طرح مل کر رہے کہ جو شریعت میں حرام نہیں اس میں کسی پر اعتراض نہ کرے۔ سو ابوزر ربذہ چلے گئے زہد اور فضیلت اختیار کرتے ہوئے بہت سے لوگوں کو چھوڑ کر، اور سب خیر و برکت پر تھے۔ مگر ابوزر رضی اللہ عنہ کا حال افضل تھا لیکن یہ تمام مخلوق کے لیے ممکن نہیں اگر لوگ اس حال پر ہوں تو ہلاک ہو جائیں۔ سو پاک ہے وہ ذات جس نے مختلف مراتب قائم کیے ہیں۔“

ان کے علاوہ اور کئی جگہوں پر بھی خواہش نفس مذمت بیان ہوئی ہے۔

اسی لیے خواہشات و ہوی کی مخالفت لازمی ہے، اور اتباع نبی ﷺ کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ نفس اگر چاس کا انکار کرے۔

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بڑے غیرت مند تھے، کہنے لگے اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھوں گا تو اس کو قتل کر دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو؟ میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۸۴۶)

حضرت ابوزر رضی اللہ عنہ زہد صحابہ میں سے تھے ضرورت سے زائد مال رکھنے کو بالکل پسند نہیں کرتے تھے، جو کوئی ضرورت سے زائد مال رکھتا اس پر اعتراض کرتے، مگر جس چیز کا وہ لوگوں سے تقاضا کرتے تھے اس چیز کو شریعت نے لوگوں پر واجب نہیں کیا تھا، اور اس پر سختی موزوں نہیں تھی۔ مال کے متعلق ہی نازل ہونے والی اس آیت کے بارے میں اختلاف کی وجہ سے حضرت ابوزر رضی اللہ عنہ ربذہ چلے گئے تھے۔

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ٥ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارٍ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ٥﴾ [التوبة: ۳۴، ۳۵]

”اور جو لوگ سونا اور چاندی خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، تو انھیں دردناک عذاب کی خوش خبری دے دے۔ جس دن اسے جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے جو تم نے اپنے لیے خزانہ بنایا تھا، سو چکھو جو تم خزانہ بنایا کرتے تھے۔“

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے یہ آیت اہل کتاب کے بارے خاص ہے۔ حضرت ابوزر رضی اللہ عنہ نے کہا ان کے متعلق بھی ہے اور ہمارے متعلق بھی۔ یہ اختلاف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچا انھوں نے

نہیں۔ عمر کہتے ہیں، میں نے کہا: پھر ہم دین میں ذلت کیوں اٹھائیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں، میں اس کی نافرمانی کرنے والا نہیں اور وہ میری مدد کرنے والا ہے۔ عمر کہتے ہیں میں نے کہا: کیا آپ ہمیں کہتے نہیں تھے کہ عنقریب ہم بیت اللہ میں جائیں گے اور طواف کریں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں مگر میں نے تمہیں یہ کہا تھا کہ اسی سال آئیں گے؟ عمر کہتے ہیں میں نے جواب دیا: نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً تم بیت اللہ آؤ گے اور اس کا طواف بھی کرو گے۔ عمر رضی اللہ عنہ اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، اور وہی سوال کیے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سنے بغیر وہی جواب دیے جو رسول اللہ ﷺ نے دیے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے بعد میں اپنے اعتراضات کے مداوا کے لیے کچھ مخصوص اعمال کیے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۲۷۳۱)

عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی صحابہ میں سے بھی بعض کا خیال عمر رضی اللہ عنہ کے موافق ہی تھا۔ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

اتھموا رأیکم رأیتی یوم أبی جندل ولو أستطیع أن ارد امر رسول الله لردته .

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۱۸۱)

”اپنی رائے کو تمہم کرو، میں نے ابوجندل کے روز اپنے آپ کو خیال کیا کہ اگر میں نبی ﷺ کے معاملے کو رد کرنے کی طاقت رکھتا تو رد کر دیتا۔“

مگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ان جذبات کے باوجود یہ حدیبیہ سب سے بڑی فتح تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہمکنار کیا۔ سورہ فتح اسی بارے میں نازل ہوئی جس میں نبی ﷺ آپ کے صحابہ اور امت کے لیے بشارت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ہر معاملے میں خیر ہوتی ہے، اگرچہ جذبات اس کو قبول کرنے سے مانع بن رہے ہوں۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے کہ آپ نے مشرکین مکہ کے بعض لوگوں کو مسلمانوں کا راز افشا کرنے کے لیے خط

بہر حال یہاں مقصود یہ بتانا ہے کہ طبیعت کا دخل اعمال میں کتنا زیادہ ہوتا ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کو ہی رسول اللہ ﷺ نے بتلایا کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہا پھر اس پر ہی فوت ہوا تو جنت میں داخل ہوگا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا: اگرچہ اس نے چوری کی ہو؟ اگرچہ اس نے زنا کیا ہو؟ ابوذر رضی اللہ عنہ پھر کہنے لگے اگرچہ اس نے زنا کیا ہو؟ اگرچہ اس نے چوری کی ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ پھر کہنے لگے: رسول اللہ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا اور فرمایا:

وإن زنا وإن سرق علی رغم أنف أبي ذر .

”اگرچہ اس نے زنا کیا ہو، چوری کی ہو ابوذر کے ناک

خاک آلود ہونے کے باوجود (وہ جنت میں داخل ہوگا۔)“

ابوذر رضی اللہ عنہ اس کے بعد جب حدیث بیان کرتے تو کہتے:

وإن رغم انف أبي ذر . (متفق علیہ)

”اگرچہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو۔“

ابوذر رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ ایسا آدمی جنت میں کیسے داخل ہو سکتا ہے۔ مگر شریعت کا وہ حکم نہیں تھا جس کا ان کو گمان گزرا تھا۔ اسی لیے عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب ایک عورت نے سوال کیا کہ کیا حائضہ عورت حیض کے دنوں والی نمازوں کی قضا کرے گی تو کہنے لگیں: ”کیا تو حروری (خارجی) ہے! ہم میں سے عورت حائضہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اسے نماز کی قضا کا حکم نہ دیتے۔“

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۲۱، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۸۶۰)

کیونکہ یہ سختی حروریوں کے غلو سے ملتی جلتی تھی۔ اسی طرح ابوذر رضی اللہ عنہ کا یہ گمان بھی درست نہیں تھا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی بات فوراً تسلیم کر لی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غیور آدمی تھے، صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہ کو صلح کی شرائط اور ابوجندل وغیرہ کو واپس کرنا بہت گراں گزرا۔ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، آکر کہنے لگے: کیا آپ رضی اللہ عنہ سچے نبی نہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہیں! عمر کہنے لگے: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں

لکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معیت میں چند لوگوں کو روانہ کیا اور بتایا کہ فلاں جگہ پر ایک عورت ملے گی جس کے پاس وہ خط ہوگا وہ لے آؤ، خانہ کے باغیچے کے پاس وہ عورت ملی، وہ خط آپ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

دعنی یا رسول اللہ ﷺ اضر ب عنق هذا المنافق؟

”مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن زدنی کروں؟“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ اہل بدر میں سے ہے اور فرمایا:

لعل الله اطلع على اهل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم .

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۴۸۹۰)

”اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر جھانکا اور کہا جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔“

بعض روایات میں ہے کہ عمر رو دیے اور کہنے لگے اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔

عبیدہ بن حصن نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ان سے ایک دفعہ کہا: نہ تو آپ ہمیں کچھ دیتے ہیں اور نہ عدل سے فیصلہ کرتے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو سزا دینے کا فیصلہ کیا۔ حزن قیس کہنے لگے: اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو کہا ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾

[الأعراف: ۱۹۹]

”درگزر کرنا اپنائیے، معروف کا حکم دیں اور جاہلوں سے اعراض کریں۔“

اور یہ شخص بلاشبہ جاہلوں میں سے ہے۔ راوی کہتے ہیں:

فوالله ما جاوزه عمر حين تلاها عليه وكان وقفا عند كتاب الله .

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۷۲۸۶)

اللہ کی قسم! جب انھوں نے اس آیت کی تلاوت کی تو عمر نے اس

سے بالکل بھی تجاوز نہ کیا، اور عمر اللہ کی کتاب سے بالکل بھی تجاوز نہ کرنے والے تھے۔

اللہ تعالیٰ صحابہ رضی اللہ عنہم سے راضی ہو، کس درجہ کمال کی اتباع کرنے والے تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم یہ دروازہ (مسجد نبوی کا) خواتین کے لیے نہ چھوڑ دیں؟ عبداللہ بن عمر مرتے دم تک اس دروازے سے داخل نہیں ہوئے۔ (ابوداؤد: ۴۶۲۳)

گزشتہ تمام معروضات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین کے کسی معاملہ میں اپنی طبیعت اور خواہش کو دخل نہیں دینا چاہیے بلکہ جب کوئی حکم شریعت اپنی طبیعت اور خواہش کے خلاف ہو تو اسے جبراً حکم شریعت کے حق میں مائل، قائل اور اسی پر عامل کرنا ہی طریق صحابہ و صالحین ہے۔ گو یہ بھی حقیقت ہے کہ طبیعتیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی اسی طرح تخلیق کردہ ہیں جس طرح اس نے انسان کے جسم اور شکل اور گوشت پوست کو تخلیق کیا ہے اور ان میں نرمی و سختی وغیرہ کا اختلاف فطری چیز ہے لیکن جس طرح انسان اپنے اختیار سے اپنے جسم کی نفاذ و نفاست اور طہارت کا اہتمام کر کے اسے مزید نکھار کر معمولی شکل کو بھی خوب صورت بنا سکتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اس سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ اخلاق نبوی کی اتباع کر کے اپنے نفس کی خواہشات اور طبیعت میں موجود شریعت کے ناموافق داعیوں کی اصلاح کر کے انھیں شرعی حسن و جمال سے آراستہ کرے۔

انسان کی نادانی یہ ہے کہ وہ جہل کی کی وجہ سے اپنی خواہشات کو دین سمجھ لیتا ہے جب کہ وہ دین نہیں بلکہ اس کی خواہش کی آواز ہوتی ہے۔ بالخصوص جب کوئی عام دلیل اس کے ہاتھ لگ جائے۔ پھر دلائل میں ترجیح دیتے ہوئے وہ یہ خیال کرتا ہے کہ وہ تو شریعت کے قواعد و دلائل سے جڑا ہوا ہے جب کہ درحقیقت ایسا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر اعتبار سے، ہر وقت کامل طور پر اتباع نبوی کی توفیق عطا فرمائے، آمین

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد

وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا .

## مولانا شرف الحق محمود ملتانی رحمہ اللہ

ریاض احمد عاقب

”الاعتصام“ میں شائع ہوا تھا، سے مترشح ہوتا ہے کہ مولانا شرف الحق ۵۰ سال کے لگ بھگ عمر میں فوت ہوئے، اس سے آپ کی تاریخ پیدائش ۱۹۲۱ء بنتی ہے۔

چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا موصوف ۱۹۲۱ء کے پس و پیش پیدا ہوئے۔  
تعلیم و تربیت:

چونکہ مولانا کا گھرانہ علمی و دینی تھا اس ناتے ان کی تعلیم و تربیت بڑے ہی علمی و دینی ماحول میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی نے اپنے فرزند ارجمند کی تعلیم و تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ مولانا شرف الحق نے علوم اسلامیہ و عربیہ کی ابتدائی کتب سے لے کر منتہی کتب اپنے جلیل القدر والد محترم سے پڑھیں۔ موصوف کچھ عرصہ لکھنؤ کے کسی مدرسہ میں بھی زیر تعلیم رہے۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول سے مڈل تک تعلیم حاصل کی اور پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل، منشی فاضل اور عربی فاضل کے امتحانات امتیازی نمبروں سے پاس کیے۔

تدریسی خدمات:

آپ کا خاندان تدریسی و تعلیمی میدان میں پہلے ہی معروف تھا۔ اس لحاظ سے مولانا شرف الحق نے بھی تدریسی میدان میں قدم رکھا۔ مولانا ممدوح کچھ عرصہ دارالحدیث محمدیہ عام خاص باغ ملتان میں علوم اسلامیہ پڑھاتے رہے۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا عزیز الرحمن لکھوی، مولانا قاضی اسلم سیف اور مولانا حافظ بشیر احمد بھوجانی وغیرہم معروف ہیں۔ مولانا گرامی کا طریقہ تدریس بہت ہی سہل ہوا کرتا تھا۔ فارسی کتب پڑھانے میں آپ کو خصوصی مہارت تھی۔ موصوف اپنی اولاد کی

شہر ملتان کے مشاہیر علمائے اہل حدیث میں جس شخصیت کا تعارف یہاں کروانا مقصود ہے وہ مولانا عبدالحق محدث ملتانی کے دوسرے فرزند ارجمند مولانا شرف الحق محمود رحمہ اللہ ہیں۔

مولانا عبدالحق ملتانی کا گھرانہ ایک علمی و دینی گھرانہ تھا۔ مولانا شرف الحق اسی علمی و دینی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ مولانا گرامی اپنے عہد کے ممتاز مذہبی راہنما، عمدہ مبلغ، بہترین مدرس اور متحرک عالم دین تھے۔

عالم شباب میں ہی اس جلیل القدر عالم نے جماعتی و تنظیمی اور سماجی و سیاسی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ کی علمی و ادبی، دینی و مذہبی اور تبلیغی خدمات کا دائرہ کافی وسیع ہے۔ ان کی خدمات و مساعی جلیلہ اس بات کی متقاضی تھیں کہ اس رجل رشید کا شایان شان تذکرہ صفحات تاریخ کی زینت ہوتا۔ مگر اس طرف توجہ نہ ہو سکی۔ مولانا ممدوح کے بارے ان کے فرزند مولانا انیس الحق صاحب نے جو مختصر معلومات ہمیں پہنچائیں، وہ ہم یہاں تحریر کر رہے ہیں۔

پیدائش:

مولانا شرف الحق محمود حسین آگاہی ملتان کے محلہ قالین باغوں میں مولانا عبدالحق محدث ملتانی کے ہاں متولد ہوئے۔ آپ کی تاریخ پیدائش کے بارے مولانا انیس الحق افغانی نے ہمیں حتمی طور پر نہیں بتایا۔ انھوں نے صرف یہی واضح کیا ہے کہ ابا جان ۱۵ فروری ۱۹۷۱ء کو ۵۷ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ جس سے ان کی تاریخ پیدائش ۱۹۱۴ء بنتی ہے۔

شیخ عبدالرشید صدیقی کے کتب، جو انھوں نے مولانا شرف الحق کی خدمات میں تحریر کیا تھا اور ۲۶ فروری ۱۹۷۱ء کے ہفت روزہ

بھی اسلامی نیچ پر تعلیم و تربیت کرتے رہتے تھے اور انھیں قرآن مقدس کا ترجمہ اور مخصوص دینی مسائل کی تعلیم دیتے رہے۔

علاوہ ازیں آپ گورنمنٹ ولایت حسین کالج اور ایمرن کالج ملتان میں وزیٹنگ لیکچرار کے طور پر تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔  
تبلیغی خدمات:

مولانا شرف الحق پر جوش مقرر تھے۔ مجلس احرار سے وابستہ ہونے کے ناتے اکثر و بیشتر جلسوں میں اپنی خطابت کے جوہر دکھاتے تھے۔ محلہ خواجگان ملتان میں جامع مسجد خواجگان اہل حدیث میں ۱۹۴۵ء سے آخری دم تک خطابت کرتے رہے۔

ملتان شہر میں اکثر کانفرنس میں آپ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ آپ کا مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ سے خصوصی تعلق تھا۔ شاہ صاحب کو ملتان لانے والے حضرات میں آپ کا نام سرفہرست آتا ہے۔ نوجوانی کی عمر میں ہی مولانا شرف الحق اسلام کے متحرک داعی اور بے لوث مبلغ تھے۔ موصوف جلسوں میں دیگر علمائے اہل حدیث کے ہمراہ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کو بھی مدعو کیا کرتے تھے۔

مولانا ممدوح نے ۱۹۳۵ء لگ بھگ موسیٰ پاک دربار کے سامنے ایک جلسہ منعقد کروایا، جس کی صدارت مولانا عبدالحق محدث ملتانی نے کی اور اس جلسہ میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کا خصوصی خطاب تھا۔ ۱۹۶۳ء میں مولانا شرف الحق نے قلعہ کہنہ قاسم ملتان میں توحید کانفرنس کا انعقاد کرایا۔ جس میں تمام مسالک کے علمائے کرام کو مدعو کیا۔ اہل حدیث علمائے کرام میں مولانا بدیع الدین شاہ راشدی، مولانا محمد یوسف کلکتوی اور مولانا قاری عبدالحق رحمانی کے نام نمایاں ہیں۔

حنفی علمائے کرام میں مولانا غلام اللہ راوپنڈی والے اور مولانا عنایت اللہ گجراتی قابل ذکر ہیں اور شیعہ علماء میں سے علامہ رشید تریابی شریک جلسہ تھے۔

اسی طرح آپ رحمہ اللہ صدر یحییٰ خان کے دور حکومت میں جہاد کانفرنس کروانا چاہتے تھے لیکن یحییٰ خان نے کانفرنس نہیں ہونے دی۔ ملتان کی سطح پر علمائے اہل حدیث ملتان نے جمعیت تبلیغ اہل

حدیث کے نام سے ایک تحریک قائم کر رکھی تھی۔ جس کے سرکردہ لوگوں میں مولانا شرف الحق بھی شامل تھے۔ اس جمعیت کے تحت مولانا شرف الحق نے کئی کانفرنس منعقد کروائیں۔ اس کانفرنس کا آغاز جمعۃ المبارک کے دن ہوتا تھا۔ خطبہ جمعہ مولانا حافظ عبد اللہ روپڑی دیا کرتے تھے۔ بعد ازاں محدث العصر مولانا حافظ محمد گوندلوی خطبہ دینے لگ گئے۔ اور رات جلسہ میں علمائے اہل حدیث میں مولانا عبدالستار محدث دہلوی، علامہ محمد یوسف کلکتوی، مولانا اسماعیل روپڑی، مولانا عبدالقادر روپڑی، مولانا حبیب الرحمن، مولانا اسماعیل ذبیح، مولانا سلطان محمود جلال پوری، مولانا محمد رفیق مدن پوری، مولانا بدیع الدین شاہ راشدی اور مولانا عبد الغنی شاہ آف کامو کی خطابت فرمایا کرتے تھے۔ ان جلسوں میں ملتان شہر اور آس پاس کے دیہی علاقوں سے عوام کی کثیر تعداد شرکت کرتی تھی۔ اس طرح کتاب و سنت کی دعوت حق دور دور تک پہنچی اور اس سے لوگوں کی ذہن کتاب و سنت کی طرف مائل ہوئے۔ ان علاقوں میں ان جلسوں کے مثبت اثرات دیکھنے میں آئے۔

ادبی و صحافتی خدمات:

مولانا شرف الحق اعلیٰ ادبی ذوق کے حامل تھے۔ کتب بینی و مطالعہ سے انتہا درجہ کا لگاؤ تھا۔ عبدالحجید خان ساجد نے ایک جگہ تحریر کیا ہے: ”مولانا شرف الحق احراری تھے اور وہ اکثر اوقات گورنمنٹ ایمرن کالج ملتان، جہاں میں لائبریرین تھا، میرے پاس بیشتر وقت گزارتے تھے۔ میری لائبریری سے استفادہ کرتے تھے۔ چونکہ میں عقیدتاً اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھتا ہوں، لہذا میں نے لائبریری کو بدعت و شرک سے پاک کیا اور نور و بشر جیسی کتابیں خارج کیں تاکہ نسل نو کو توحید کی روشنی سے منور کیا جائے۔ ایک دفعہ مولانا (شرف الحق) نے کہا کہ میں نے تو لائبریری کو دارالحدیث محمدیہ بنا دیا ہے۔ کیونکہ میں نے اس لائبریری میں خالص اسلامی ذہن کی کتب خاصی تعداد میں داخل کی تھیں۔ اندرون حسین آگاہی ملتان میں مولانا ممدوح نے ”ادبی کتب خانہ“ کے نام سے



دوران آپ کی گرفتاری بھی ہوئی۔ قادیان کو کھلا شہر قرار دلانے کے لیے عدالت میں رٹ دائر کی اور وہاں ایک ہفتہ جلسہ ختم نبوت کرایا۔ باغ لانگے خان میں وزیر داخلہ ظفر اللہ قادیانی کا جلسہ تھا جسے مولانا گرامی نے احراری ساتھیوں کو لے کر نا کام بنا دیا تھا اور اس دوران آپ کو ساتھیوں سمیت گرفتار کر لیا گیا تھا۔

مولانا شرف الحق محمود، مولانا سلطان محمود جلال پوری کے مخلص ترین ساتھیوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ اسی اخلاص کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے اپنے فرزند مولانا شمس الحق کو علوم اسلامیہ کی تعلیم و تربیت کے لیے دارالحدیث محمدیہ جلال پور میں مولانا سلطان محمود کی خدمت میں بھیجا۔ جہاں انھوں نے سند فراغت حاصل کی۔ مولانا گرامی نے اپنی بیٹی کا عقد نکاح محدث جلال پوری کے فرزند رشید پروفیسر محمد یحییٰ صاحب سے کر کے دونوں خاندانوں کو ایک نئے رشتے میں منسلک کر دیا۔

#### وفات:

نوجوانی کی عمر میں جماعتی سرگرمیوں میں حصہ لینے والا، دینی جذبہ سے سرشار، قرآن و سنت کا علمبردار اور وفا شعار یہ مرد حق یکم فروری ۱۹۷۱ء کو ایک روڈ حادثے میں شدید زخمی ہو گیا۔ بڑی کوشش اور علاج و معالجہ کے باوجود وہ جانبر نہ ہو سکے۔ بالآخر وہ ۱۵ فروری ۱۹۷۱ء کو جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کا جنازہ آپ کے برادر کبیر مولانا شمس الحق ملتانی نے پڑھایا۔ جنازے میں کثیر تعداد میں علمائے کرام اور زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے شرکت کی۔ بعد ازاں آپ کو آبائی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

مولانا موصوف کی وفات پر کافی اہل علم نے دکھ و افسوس کا اظہار کیا۔ مولانا سلطان محمود جلال پوری رات گئے تک آپ کی قبر پر دعائے مغفرت کرتے رہے۔ جیسا کہ مولانا انیس الحق نے مولانا سلطان محمود جلال پوری کے بارے میں ایک مضمون میں لکھا ہے:

”فروری ۱۷ء میں راقم الحروف کے والد محترم مولانا شرف الحق محمود کا انتقال ہوا تو جنازے میں شرکت کے بعد تدفین

ایک مکتبہ قائم کر رکھا تھا۔ جس میں بیٹھ کر وہ اکثر مطالعہ کتب میں غرق نظر آتے تھے۔ اس کتب خانہ کا کافی چرچا تھا۔ مولانا موصوف جب تحریک ختم نبوت کے ایام میں گرفتار ہوئے تو آپ کے مکتبہ میں محقق و مورخ علامہ عتیق فکری بیٹھا کرتے تھے جو آپ کے بچپن کے دوست اور سکول فیلو تھے۔“

مولانا گرامی شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم الجوزیہ رحمہما کی کتب کا خوب مطالعہ کرتے تھے اور ان کے بڑے مداح تھے۔ جنوبی پنجاب کے علاقے کوٹ ادو موضع پڑھیا راں کے ایک بہت بڑے عالم دین علامہ عبدالعزیز پر بہادری گزرے ہیں۔ جنھوں نے نوجوانی کی عمر میں ہی کافی تعداد میں عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں کئی کتب تحریر کیں۔ مولانا شرف الحق ملتانی ان کے بھی مداح تھے۔

مولانا عبدالعزیز پر بہادری کی ایک عربی کتاب ”الناہیۃ عن ذم معاویہ“ کا مولانا مدوح نے اردو میں ترجمہ کیا جو مولانا انیس الحق کے پاس موجود ہے۔ مولانا صاحب تحریری نشر و اشاعت بھی شغف رکھتے تھے۔ کافی عرصہ مولانا موصوف روزنامہ جسارت ملتان میں صحافتی خدمات بھی سرانجام دیتے رہے۔

#### سیاسی خدمات:

مولانا موصوف مجلس احرار سے تعلق رکھتے تھے اس لیے وہ کانگرس کے ہم نوا تھے۔

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا ظفر علی خان، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ابوالحسن ندوی، مولانا عبدالمجید دریا آبادی، شورش کاشمیری اور احسان دانش سے آپ کے قریبی تعلقات تھے۔ آپ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری سے دلی محبت رکھتے تھے۔ آپ نے شاہ صاحب کے کافی جلسے ملتان میں کروائے۔ باغ لانگے خان میں ایک مرتبہ آپ نے شاہ صاحب کا جلسہ رکھا جس میں شاہ صاحب نے حکومت کو لاکار اور انگریز کے ہم نوا خاندان قریشی، گیلانی اور گردیزی کے خلاف تقریر کی تو اس سے عوام میں کافی شعور پیدا ہوا۔

مولانا گرامی نے تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اس

کے لیے قبرستان بھی گئے جب سب لوگ قبرستان سے واپس لوٹ آئے تو مولانا سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ سٹی اسٹیشن ملتان کے پل سے واپس قبرستان گئے اور پھر سخت سردی کے باوجود قبر پر کھڑے ہو کر رات گئے تک دعائے مغفرت کرتے رہے۔ مولانا عمر فاروق سعیدی بھی آپ کے ساتھ تھے وہ روزانہ ڈائری لکھا کرتے تھے۔ یہ بات مجھے ان کی ڈائری کے اوراق سے معلوم ہوئی۔“ (محدث جلال پوری، ص: ۳۸۳)

مولانا شرف الحق کی وفات پر شیخ عبدالرشید صدیقی نے ایک درد انگیز مکتوب لکھا جو ۲۶ فروری ۱۹۷۱ء کے ہفت روزہ ”الاعتصام“ میں شائع ہوا۔ افادہ عام کے لیے وہ یہاں درج کر رہے ہیں:

مخدومی ومحترمی حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ابھی آٹھ بجے ۲۰۱۹ء-۱۵ یہ درد انگیز اطلاع ملی ہے کہ مولانا شرف الحق صاحب محمود خلف الرشید مولانا عبدالحق صاحب محدث ملتانى رحمۃ اللہ علیہ خطیب جامع مسجد خواجگان اہل حدیث پاک گیٹ ملتان شہر اس دنیائے فانی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مولانا موصوف کیم فروری کو ملتان سے بس میں سوار ہو کر لاہور جا رہے تھے کہ راستہ میں ریٹالہ خورد کے آگے ان کی لاری اور ٹرک کے باہمی تصادم کے حادثے میں وہ شدید زخمی ہو کر پتو کی ہسپتال میں داخل کیے گئے۔ اطلاع ملنے پر ان کا صاحبزادہ کلاں ثناء الحق وہاں پہنچا۔ وہ ایک دن رہ کر ان کو ٹرین میں ملتان لے آیا اور نشتر کالج ہسپتال میں انھیں علاج کے لیے داخل کر دیا گیا۔ دماغ اور ریڑھ کی ہڈی پر شدید چوٹیں اور گہرے زخم آئے تھے۔ اس عرصے میں انھیں ہوش نہیں آئی۔ بڑی کوشش اور علاج کے باوجود وہ جانبر نہ ہو سکے اور گزشتہ شب راہی بقا ہو گئے۔ ان کا جنازہ ۱۰، ۹ بجے جنازہ گاہ گیٹ ملتان سٹی اسٹیشن روڈ پر جنازہ گاہ میں ہو رہا ہے۔ اور انھیں ان کے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کیا جائے گا۔ مرحوم کی عمر ابھی ۵۰ سال بھی نہیں تھی کہ وہ ایک وسیع کنبہ (جس میں بیوہ، چار صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں

شامل ہیں) چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ مرحوم نے اس جوانی کی عمر میں جماعتی سرگرمیوں میں بڑا حصہ لیا اور جماعتی جذبے سے بے حد دینی کام کیا ہے۔

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے بڑے بھائی مولانا شمس الحق صاحب، ان کی ہم شیر گان اور دیگر پس ماندگان کو اس صدمے کے برداشت اور صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

تمام احباب کرام ان کا جنازہ غائبانہ ادا کریں اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔

(غزوہ: محمد عبدالرشید صدیقی عفا اللہ عنہ، از ملتان شہر) صدیقی صاحب کے اس مکتوب کے بعد ”الاعتصام“ کے مدیر شبیر مولانا محمد عطاء اللہ حنیف محدث بھوجپانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں اظہار افسوس کیا:

”اس ناگہانی اندوہ ناک خبر پڑھتے ہی دل بیٹھ گیا اور ایک دفعہ طبیعت پر سکتہ ساطاری ہو گیا۔ مرحوم (شرف الحق) ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ اور علوم عربیہ کے فاضل تھے۔ کئی سال عہدہ تدریس پر فائز رہے۔ علاوہ ازیں ملی درد سے حظ وافر پایا تھا۔ مدتوں ملک کی دینی، سماجی اور سیاسی تحریکوں میں بے لوث خدمات سرانجام دیتے رہے۔

جماعتی تبلیغ اور تنظیم کے جذبے سے بہت سرشار تھے۔ تحریری نشر و اشاعت دین سے بھی خاصی دلچسپی رکھتے تھے۔

افسوس! ان چند دنوں میں بھی دور و قریب کے بہت سے احباب و رفقاء ہم سے جدا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا شمس الحق صاحب اور مرحوم کے صاحبزادگان و دوسرے سب متعلقین سے توفیق صبر جمیل کی دعا کے سوا اور کیا عرض کیا جاسکتا ہے۔

افسوس! ملتان کی جماعت سے بھی ایک اور قابل شخصیت کے محروم ہونے پر اظہار غم ہی کیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو بال بال بخشے اور صلحائے امت کے زمرے میں جنت بریں پران کو اونچے درجے عنایت فرمائے، آمین۔  
۱۹ فروری ۱۹۷۱ء جامع مسجد مبارک اہل حدیث لاہور میں مرحوم کا جنازہ غائبانہ ادا کیا گیا۔ (دل فگار: محمد عطاء اللہ حنیف)  
مولانا شرف الحق کے اہل و عیال:

مولانا شرف الحق کی شادی قریشی خاندان کے ایک فرد حافظ منظور قریشی کی بیٹی سے ہوئی۔ ملتان میں اس قریشی خاندان کا کافی اثر و رسوخ ہے۔ اس خاندان کے لوگ اکثر درباروں کے گدی نشین و سجادہ نشین ہیں۔ سجادہ نشینی کے ساتھ ساتھ ان میں کچھ افراد میدان سیاست میں سرگرم ہیں۔ ان میں مخدوم شاہ محمود قریشی (سابق وزیر خارجہ پاکستان) اور مخدوم جاوید ہاشمی وغیرہ کے نام نمایاں ہیں۔  
مولانا شرف الحق محمود کے سر حافظ منظور قریشی کا تعلق بھی جاوید ہاشمی کے خاندان سے تھا۔

حافظ منظور صاحب پہلے ”مخدوم رشید“ رہائش پذیر تھے۔ بعد ازاں ملتان شہر آئے۔ حافظ منظور صاحب مولانا عبدالحق محدث ملتانی کے حلقہ درس سے وابستہ ہو گئے اور ان کے دروسِ توحید و سنت سے متاثر ہو کر قافلہ اہل حدیث میں شامل ہو گئے۔ حافظ ممدوح کی دختر سے مولانا شرف الحق محمود کا عقد نکاح ہوا۔

حافظ منظور قریشی کے بارے مولانا انیس الحق افغانی نے بتایا کہ ایک مرتبہ حافظ صاحب حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ حافظ موصوف نے مکہ مکرمہ پہنچ کر تمام مناسک حج ادا کیے اور عہدِ مدینہ منورہ نہ گئے۔ لوگوں کو یہ واضح کرنے کے لیے کہ مدینہ جانا مناسک حج میں شرعاً شامل نہیں ہے۔ اس پر وہاں پر موجود اہل بدعت آپ پر کافی برہم ہوئے۔ حافظ صاحب جب ملتان واپس آئے تو آپ کے ہمراہ واپس آنے والے شورش پسند لوگوں نے مخالفت شروع کر دی۔ حافظ صاحب نے اپنے محلہ کی جس مسجد میں نماز ادا کی تو اہل بدعت نے اس مسجد کی صفوں کو آگ لگا کر رکھنا دیا۔ غرض یہی حافظ منظور قریشی تھے جنہوں نے ہمارے ممدوح مولانا شرف الحق کو شرف

دامادی سے نوازا۔

مولانا شرف الحق کو اللہ تعالیٰ نے زینہ اولاد عطا کر رکھی تھی۔ آپ کی چار صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے ہیں۔  
مولانا شرف الحق کے صاحبزادوں کی تفصیل درج ذیل ہے:  
۱۔ ثناء الحق شعیب:

آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ ترجمہ قرآن مجید اور بعض اسلامی کتب اپنے والد محترم سے پڑھیں۔ بعد ازاں دنیاوی تعلیم میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے بی کام کیا اور کراچی یونیورسٹی سے ایم کام اور اکنامکس میں ماسٹر کر رکھا ہے۔ اسی طرح ایل ایل بی کی ڈگری بھی حاصل کی ہے۔ آپ کچھ عرصہ گورنمنٹ کالج آف کامرس ملتان میں تدریسی امور سرانجام دیتے رہے۔ بعد ازاں ریڈی میڈ گارمنٹس کا اپنا کاروبار شروع کر لیا۔ اس کے ساتھ ساتھ تالیف و تحریر کا بھی ذوق رکھتے ہیں۔ دعا اور نماز کے موضوع پر دور رسالے مرتب کر کے مفت تقسیم کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مزید دین حنیف کا کام لے، آمین۔

۲۔ مولانا انیس الحق محمود:

ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ ملت ہائی سکول ملتان سے میٹرک کیا۔ وہاں آپ کے ساتھ میٹرک میں سربراہ جمعیت علمائے اسلام (ف) مولانا فضل الرحمن بھی پڑھتے رہے۔ میٹرک کے بعد موصوف دیہی تعلیم کی طرف راغب ہو گئے۔ ۱۹۶۷ء کو تعلیم کے لیے جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کائنجن کا انتخاب کیا۔ وہاں تقریباً دو سال زیر تعلیم رہے۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا عبدالعزیز علوی، مولانا اسحاق چیمہ، مولانا بشیر احمد سیالکوٹی کے نام نمایاں ہیں۔

مولانا انیس الحق صاحب نے ”محدث جلال پوری“ (ص: ۳۷۵) میں ایک جگہ رقم کیا ہے:

”ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران مولانا (سلطان محمود جلال پوری) کی دعوت پر ہمارا گھر انہ نسبتاً محفوظ علاقہ ہونے کی وجہ سے جلال پور میں قیام پذیر ہوا۔ والد مرحوم مولانا شرف

پڑھتے رہے۔

بعد ازاں ۱۹۷۹ء کو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ لے گیا۔ ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۳ء تک وہاں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ جامعہ اسلامیہ میں جن اساطین علم سے کسب فیض کیا ان میں محدث دوراں الشیخ عبدالحسن العباد، الشیخ عمر محمد الفلانی، الشیخ الدکتور علی بن عبد الرحمن الخدیفی (امام حرمین)، الشیخ ابراہیم الاخر (امام حرمین)، الشیخ عبدالقادر رشیدیہ الحمد، الشیخ ابوبکر الجزازی، الشیخ صالح الحسن اور الشیخ محمد الحجدوب کے نام نمایاں ہیں۔

جامعہ اسلامیہ میں جو ساتھی آپ کے ساتھ پڑھتے رہے ان میں الشیخ محمد عابد محمد کامل (امام مسجد قباء)، الشیخ الدکتور محمد ایوب (امام مسجد نبوی) اور الشیخ محمد یعقوب دہلوی (استاد مدینہ یونیورسٹی)، الشیخ عمر عبداللہ السبیل (امام حرم کی) اور الشیخ علی عامر العسقلانی (مدیر دارالحدیث الخیریہ مکہ مکرمہ) قابل ذکر ہیں۔

علاوہ ازیں جن شیوخ سے آپ نے اجازت حدیث حاصل کیا ان میں مولانا فیض الرحمن ثوری، مولانا عطاء اللہ محدث بھوجیانی، مولانا شمس الحق ملتانی اور مولانا علاء الدین ڈیرہ اسماعیل خان کے نام آتے ہیں۔

مدینہ یونیورسٹی سے سند فراغت کے بعد اپنے علاقے ملتان آئے اور یہاں کے مشہور ادارے جامعہ دارالحدیث محمدیہ عام خاص باغ ملتان میں ایک سال تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے اور ساتھ ساتھ ملتان لاء کالج میں اسلامک لاء پریکچرز دیتے رہے۔

۱۹۸۵ء کے پس و پیش مولانا عبداللہ السلفی کی دعوت پر کچھ عرب مہمان معہد الشریعۃ والصناعۃ کوٹ ادو تشریف لائے جن میں الشیخ عبداللہ الجلالی اور الشیخ عبداللہ المعتاز نمایاں تھے۔ ان عرب شیوخ کو مولانا انیس الحق صاحب اپنے ساتھ کوٹ ادو سے ملتان لے گئے۔ عرب شیوخ نے ملتان شہر کا دورہ کیا۔ انھوں نے ملتان کے درباروں کا مشاہدہ کیا کہ لوگ کس طرح قبر پرستی اور شرک میں مبتلا ہیں۔ لہذا انھوں نے عہد کیا کہ یہاں ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو توحید

الحق محمود نے کچھ عربی ادب کی کتب ساتھ دے دیں کہ فارغ رہنے سے بہتر ہے کچھ حاصل کر لیا جائے۔ القراءۃ الرشیدۃ آپ کی خصوصی ہدایت پر استاد محترم مولانا محمد رفیق اثری نے پڑھائیں۔ شام کو میں مولانا کے گھر پر پڑھے ہوئے اسباق سناتا۔ کریم اور گلستان کے پہلے چند ابواب بھی آپ نے مجھے خود پڑھائے اور پھر یہ کہہ کر مجھے فارسی پڑھانا چھوڑ دی کہ میرے والد گرامی مولانا شرف الحق محمود سے بہتر فارسی کوئی اور نہیں پڑھا سکتا۔ آپ نے مجھے ترغیب دی کہ میں فارسی اپنے ابا جان سے ہی پڑھوں۔ اس وقت میری عمر تقریباً ۹ سال تھی۔“

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ماموں کا نجن جانے سے پہلے عارضی طور پر آپ جلال پور کچھ مدت پڑھتے رہے۔

۱۹۶۹ء میں مولانا عبدالعزیز سعیدی (آف منکیرہ) کی ترغیب و تشویق پر دوبارہ باقاعدہ تعلیم کے حصول کے لیے جلال پور پیر والا کا قصد کیا۔ مولانا سلطان محمد جلال پوری سے شرح جامی، جامع ترمذی اور صحیح بخاری درس پڑھیں۔ ان کے علاوہ مولانا محمد رفیق اثری اور مولانا اللہ یار صاحب سے دیگر اسباق پڑھتے رہے۔

شعبان ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۷۲ء کو وہاں سے سند فراغت حاصل کی۔ بعد ازاں ایک سال کے لیے جامعہ سلفیہ فیصل آباد مولانا سلطان محمود جلال پوری کے ہمراہ گئے جب جماعتی احباب نے مولانا سلطان محمود کو جامعہ سلفیہ میں بطور شیخ الحدیث مدعو کیا تھا۔ اس طرح مولانا سلطان محمود سے ہمارے مدوح کو دو مرتبہ صحیح بخاری پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ دوران قیام جامعہ سلفیہ مولانا سلطان محمود کے علاوہ شیخ محمد ابان علی جامی افریقی، شیخ مصطفیٰ شنفیطی اور مولانا ثناء اللہ صاحب سے بھی پڑھتے رہے۔

۱۹۷۷ء کو مکہ مکرمہ گئے، وہاں معہد الحرم میں شیخ العرب والعجم مولانا سید بدیع شاہ راشدی، سماعتہ الشیخ امام حرم کی عبداللہ السبیل اور فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح عبداللہ الحمید سے دو سال علوم اسلامیہ و عربیہ

وسنت کی نشر و اشاعت کرے اور شرک و بدعات کا قلع قمع کرے۔

سعودی عرب کے اصحاب علم و فضل کی تشریف آوری کا یہ نتیجہ نکلا کہ یہاں ”مرکز ابن القاسم الاسلامی“ کے نام سے ایک ادارہ قائم ہو گیا۔ مرکز ابن القاسم الاسلامی پہلے کراہی کی ایک بلڈنگ میں شروع ہوا۔ اس ادارے کے پہلے مہتمم مولانا انیس الحق محمود تھے جو کافی عرصہ اس ادارے کے نظام کو چلاتے تھے۔

مولانا انیس الحق ایک کامیاب خطیب بھی ہیں۔ جامع مسجد اہل حدیث پاک گیٹ ملتان میں کافی عرصہ سے خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اب جامع مسجد اہل حدیث چوک بازار حسین آگاہی میں خطابت کے امور سرانجام دے رہے ہیں۔

موصوف کے بارے عبدالحجید ساجد رقم طراز ہیں:

”مولانا کا ایک بیٹا مولانا انیس الحق ہے جو شکل و شبابت میں اپنے دادا کا عکس ثانی ہے۔ اس خاندان میں وہ صاحب علم و بصیرت ہے۔ یہ سعودی عرب میں بھی اکتساب علم کرتا رہا۔ مولانا سلطان محمود جلال پوری کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ مولانا شمس الحق محمد ملتانی کے جنازہ پر ایک شان دار خطبہ دیا اور مولانا شمس الحق کی دینی خدمات پر بھرپور تبصرہ کیا اور بہت سے چھپے گوشوں کا انکشاف کیا یہاں تک بتایا کہ مولانا عبدالحق محدث کی طرح عربی یونیورسٹی میں زیر تعلیم طلبہ کی اسناد پر ان کی مہر تصدیق کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔“

۳۔ عبدالحق زبیر:

ابتدائی تعلیم وتر بیت اپنے والد محترم سے حاصل کر کے دنیاوی تعلیم میں مشغول ہو گئے۔ گورنمنٹ کالج سے بی ایس سی کی۔ بعد ازاں پاکستان نیوی میں ملازمت اختیار کر لی۔ تقریباً پانچ سال نیوی میں فرائض سرانجام دینے کے بعد ملازمت چھوڑ کر اپنا کاروبار شروع کر لیا۔ اب ذاتی کاروبار میں مصروف ہیں۔

۴۔ عامر محمود:

ابتدائی تعلیم وتر بیت کے بعد دنیاوی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ گورنمنٹ کالج سے ایف ایس سی کی۔ بعد ازاں آپ کے برادر کبیر مولانا انیس الحق افغانی نے آپ کو مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ دلوا دیا۔ وہاں دو سال پڑھنے کے بعد واپس آ گئے۔ مدینہ یونیورسٹی میں مولانا ضیاء اللہ شاہ بخاری آپ کے کلاس فیلو تھے۔ ملتان واپس آ کر آپ نے بی ایس ای اور ایم اے انگلش کیا۔ اب آپ اپنے ذاتی کاروبار میں مشغول ہیں۔

۵۔ کاشف محمود:

مولانا شرف الحق کے پانچویں فرزند ہیں۔ آپ نے ایم اے اسلامیات کر رکھا ہے۔ اور اپنے ذاتی کاروبار میں مگن ہیں۔ مولانا شرف الحق محمود کے تمام فرزندان الحمد للہ آسودہ حال ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیاوی مال و منال سے نوازا رکھا ہے۔ ماشاء اللہ مولائے کریم سے دعا ہے کہ وہ مولانا ممدوح کے مشن کو آگے بڑھائیں۔ قرآن و سنت کی نشر و اشاعت میں کمر بستہ ہوں۔ جس طرح ماضی میں یہ خاندان قرآن و سنت کا داعی رہا حال میں بھی متحرک ہو جائے، آمین۔ واللہ الموفق

### ضرورت باورچی و خادم مسجد

جامعہ رحمانیہ ناصر روڈ سیالکوٹ کے لیے ایک سلفی العقیدہ، باریش باورچی کی ضرورت ہے۔ سابقہ فوجی کو ترجیح دی جائے گی۔

نیز ایک مسجد خادم کی بھی ضرورت ہے۔

احباب جلد رابطہ کریں۔ تنخواہ حسب لیاقت۔

رابطہ کر کے تشریف لائیں۔

(حافظ) عبد الرحمن

ناظم جامعہ رحمانیہ سیالکوٹ

فون نمبر: 0300-6161913



# ادارہ تبلیغ اسلام جام پور

۳۳

ادارہ ہذا طویل عرصے سے دین حق کی ترویج و اشاعت اور دعوت و تبلیغ میں کوشاں اور سرگرم عمل ہے۔ ملک کا یہ منفرد ادارہ ہے جس کی طرف سے بڑے پیمانے پر دیہی لٹریچر مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ ملک کے طول و عرض میں ہزاروں مقامات پر بہ ذریعہ ڈاک لٹریچر پہنچایا جا رہا ہے۔

## تعارف ادارہ

ادارہ ہذا کے تحت علاقے کی معروف درس گاہ جامعہ محمدیہ اہل حدیث قائم ہے جس میں زیر تعلیم طلباء کی مکمل کفالت کی جاتی ہے۔ تعلیمی و اقتصادی اخراجات کے علاوہ وظائف بھی دیے جاتے ہیں۔

## جامعہ محمدیہ

ادارہ ہذا کے تحت قائم شعبہ خدمت خلق میں آمدہ عطیات سے غریب لوگوں کی مدد کی جاتی ہے۔ موٹریں، نلکے، پتکے، پارچات، بستر وغیرہ مستحق لوگوں کو بہم پہنچائے جاتے ہیں۔ مکانات کی تعمیر میں بھی اعانت کی جاتی ہے۔

## شعبہ خدمت خلق

ادارہ ہذا کے تحت قرآن فنڈ بھی قائم ہے۔ اس فنڈ میں موصولہ اعانت سے قرآن مجید مترجم، احسن البیان، تفسیر ستاری و دیگر تفاسیر مفت تقسیم کی جاتی ہیں۔ اپنے اور اپنے مرحوم پیاروں کے لیے صدقہ جاریہ میں شامل ہونے کا یہ سنہری موقع ہے۔

## قرآن فنڈ

تمام مخیر احباب سے پر زور اپیل ہے کہ زکوٰۃ، عشر، صدقات و عطیات مد سے خصوصی تعاون ارسال فرما کر صدقہ جاریہ کے اس عظیم مشن میں شامل ہوں۔ رمضان المبارک میں خصوصی توجہ کی درخواست ہے۔

## تعاون کی خصوصی اپیل

۱: اکاؤنٹ نمبر 03-1107-00166008-00 حبیب بینک جام پور، بنام ادارہ تبلیغ اسلام  
۲: اکاؤنٹ نمبر 9-1142-0201000493-00 مسلم کمرشل بینک جام پور، بنام جمعیتہ اہل حدیث

بہ ذریعہ  
بنک

فون نمبر: 0333-8556473

جملہ خط و کتابت اور ترسیل زر

محمد یسین راہی، مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور ضلع راجن پور، پنجاب۔ پاکستان

## حمد باری تعالیٰ

بہانہ ڈھونڈتا ہوں بابِ رحمت تک رسائی کا  
سہارا لے رہا ہوں میں تری مدحت سرائی کا  
ترے الطاف بے پایاں کا ادنیٰ سا کرشمہ ہے  
ترے منکر بھی دم بھرتے ہیں تیری آشنائی کا  
کوئی مشکل سے مشکل بھی نہیں میرے لیے مشکل  
کرم تیرا ہے جب موجب تری مشکل کشائی کا  
سلاطین جہاں بھی سر بسجود ہیں تیرے در پر  
کسے تیری حضوری میں جنون ہے خود نمائی کا  
تیرے روشن حقائق سے جسے انکار ہو یا رب  
وہ کاذب ابن کاذب خود ہی جھوٹا ہے خدائی کا  
نہیں اعمال دامن میں تری رحمت پہ تکیہ  
میں خاٹی ہوں مجھے دعویٰ نہیں ہے پارسائی کا  
سراپا عجز ہے راسخ مگر نازاں ہے وہ اس پر  
کہ بخشا ہے اسے تو نے ہنر نغمہ سرائی کا

(راتح عرفانی)